دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ مئی ۱۹۸۷ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغ للناس
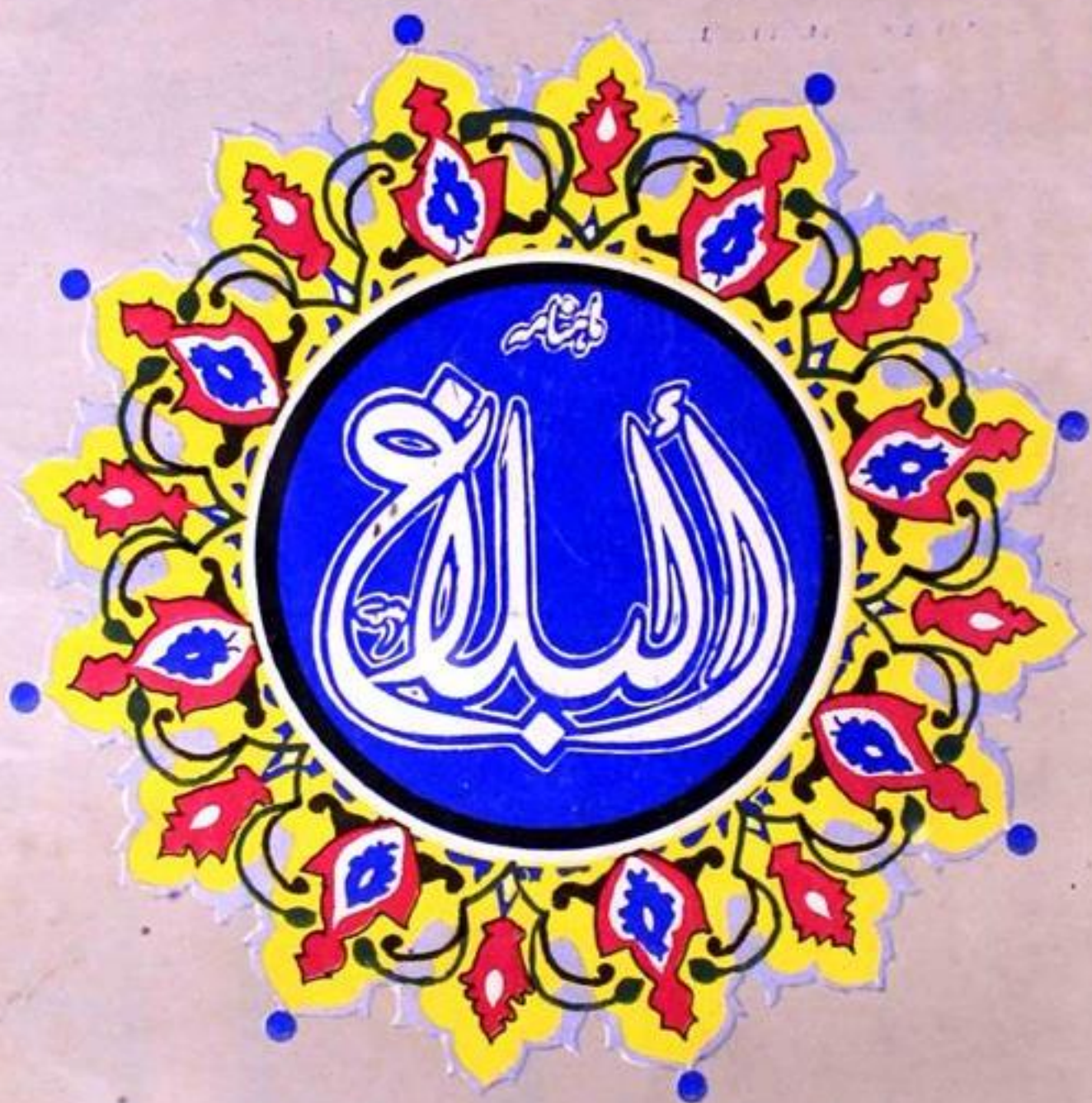
جلد ۲۱

رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ / مئی ۱۹۸۶ء

شمارہ ۹

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

نگراں :

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر :

محمد تقی عثمانی

ناظم :

شجاعت علی ہاشمی

الانہ بدل اشتراک :

ن ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

نہائے متحدہ امریکہ / ۲۳۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ،
انگ، نائجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ / ۱۸۰ روپے سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت / ۱۵۰ روپے

: محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی
: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴
فون نمبر : ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

ذکر و فکر

احد سے قاسیوں تک	محمد تقی عثمانی	۳

معارف و مسائل
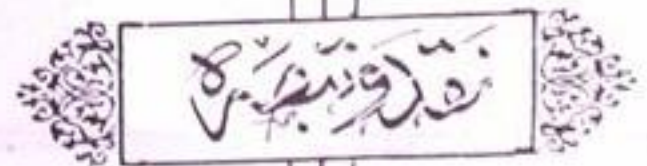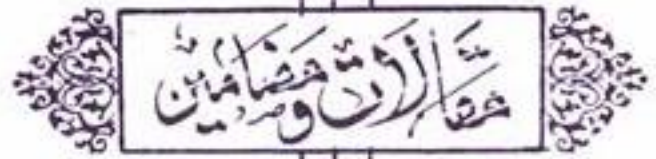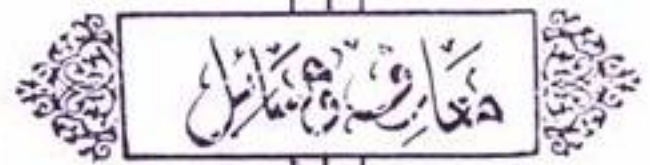
مؤمن مطیع	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب	۱۷

مقالات و مضامین

مسائل تراویح	مولانا عبدالرؤف سکھروی	۲۳
تقریر ختم بخاری شریف	مولانا محمد قاسم صاحب	۳۹
برکاتِ رمضان	مولانا عبدالرؤف سکھروی	۵۱
تراشے	شجاعت علی ہاشمی	۶۰

نقد و تبصرہ

	ا-ا-خ-س	۶۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد تقی عثمانی

ذکر و فکر

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، ایک ماہ کے لئے سفر پر گئے ہوئے ہیں، جسمیں وہ جنوبی افریقہ کے مختلف شہروں اور سعودی عرب میں، مختلف مجالس میں شرکت کریں گے۔

ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس ماہ ہم "اداریہ" پیش کرنے سے قاصر ہیں، اداریہ کی جگہ حضرت مولانا ہی کی تحریر "اُحد سے قاسیون" پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مُوتہ کا سفر:

اصحاب کہف کے اس غار کے بعد ہمارا ارادہ مُوتہ جانے کا تھا، اور وہاں سے سیدھے دمشق جانا چاہتے تھے، اس لئے ملک افضل صاحب عمّان ہی میں رُک گئے، اور ہمیں اُس سڑک تک لیگئے جو سیدھی موتہ جاتی تھی، انہوں نے بتایا کہ اگرچہ وہ اس راستے سے کبھی موتہ نہیں گئے، لیکن اُنہیں معلوم ہے کہ یہ سڑک سیدھی موتہ جاتی ہے، اور اندازہ یہ ہے کہ موتہ کا فاصلہ یہاں سے ۵۰۔۶۰ کیلومیٹر کے قریب ہوگا۔

اسی اندازے پر اعتماد کرتے ہوئے ہم نے اس سڑک پر سفر شروع کردیا، خیال یہ تھا کہ دوپہر یا سہ پہر تک ہم وہاں سے فارغ ہوکر دمشق کی طرف روانہ ہوجائیں گے، لیکن جب اس سڑک پر سفر شروع کیا تو یہ سفر لمبا ہوتا چلا گیا، راستے میں بیشمار بستیاں اور قصبے گذرتے رہے، بہت دُور چلنے کے بعد ہم نے مقامی حضرات سے راستے کی تصدیق کرنی چاہی تو لوگوں نے بتایا کہ واقعۃً یہ سڑک سیدھی مُوتہ جارہی ہے، لیکن فاصلے کا صحیح اندازہ کسی کو نہیں تھا، جب کسی شخص سے مُوتہ اور اس کی قریبی بستی مزار کے بارے میں پوچھو، تو وہ کہتا:

"دُغری![1]" یعنی سیدھے چلتے جاؤ۔

ایک صاحب نے اس پر یہ بھی اضافہ کیا کہ:

"لاھیکش ولاھیک"؛ میں یہ جناتی زبان بالکل نہیں سمجھ سکا تو قاری بشیر احمد صاحب نے تشریح کی کہ

---

[1] غالباً یہ ترکی لفظ ہے، جو شام اور اردن کی عوامی زبان میں "سیدھے" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اس کا مطلب ہے "لاھکذا لاھکذا" یعنی "نہ اِدھر نہ اُدھر، بس سیدھے چلے جاؤ"۔

چنانچہ ہم سیدھے چلتے رہے، لیکن تھوڑی دیر بعد یہ سڑک آباد میدانی علاقوں سے ہٹ کر پہاڑی علاقے میں داخل ہونے لگی، اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت اُونچے پہاڑ پر چڑھنی شروع ہوگئی، یہ پہاڑی راستہ بڑا پیچ دار بھی تھا اور خطرناک بھی، جگہ جگہ ایسے اندھے موڑ سامنے آتے کہ چند گز کے بعد سڑک نظروں سے غائب ہوجاتی تھی، اور ہر موڑ کے بعد گاڑی مزید بلندی پر چڑھ جاتی، یہاں تک کہ جب اللہ اللہ کرکے پہاڑ کی چڑھائی اترائی ختم ہوئی تو ایک اور اُس سے بھی اونچا سر بفلک پہاڑ سامنے آگیا، دیکھا کہ ایک دریائی ندی عبور کرنے کے بعد اب سڑک دوسرے پہاڑ پر چڑھ رہی ہے، یہ دوسری چڑھائی پہلے سے بھی زیادہ خطرناک تھی، اور اوپر پہنچ کر اندازہ ہوا کہ ہم شاید کئی ہزار فٹ اوپر آچکے ہیں۔ مسلسل پیچ دار چڑھائی عبور کرنے سے عطاء الرحمن صاحب کو گاڑی چلاتے ہوئے کچھ چکر سا بھی آنے لگا تھا، اس لئے چوٹی پر پہنچکر ہم تھوڑی دیر کیلئے رُک گئے، پہاڑ کے دونوں طرف دور تک پھیلی ہوئی وادیوں اور ان کے درمیان بہتے ہوئے چشموں کا بڑا دلکش منظر نظروں کے سامنے تھا۔ وادیوں میں چرتے ہوئے مویشی رینگتی ہوئی چیونٹیوں کی طرح منظر آرہے تھے، یہاں سردی بھی زیادہ تھی، لیکن کھلی ہوئی دھوپ نے اس خنکی کو بہت خوشگوار بنا دیا تھا۔

اس حسین منظر اور پُرکیف فضا سے لُطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ یہ فکر بھی دامنگیر تھی کہ نہ جانے مُوتہ ابھی کتنی دُور ہے؟ ان انجانے راستوں پر ابھی اور کونسی گھاٹیاں آنے والی ہیں؟ اور ہم کب وہاں سے دمشق کیلئے روانہ ہوسکیں گے؟ اگر شام اسی علاقے میں ہوگئی تو رات کو بے وقت دمشق کا سفر مناسب بھی ہوگا یا نہیں؟ ان سوالات کے ساتھ ساتھ ذہن تقریباً چودہ سو سال پیچھے لوٹ گیا، تین روز سے ہم جن لق ودق صحراؤں، چٹیل میدانوں اور سر بفلک پہاڑوں کا نظارہ کرتے آرہے تھے، یہ سب اُن مجاہدین اسلام کے راستے کی منزلیں تھیں جو اِن انجانے راستوں پر ایمان کی مشعلیں روشن کرنے کیلئے نکلے تھے، اور جن کیلئے یہ راستے صرف اجنبی ہی نہ تھے، بلکہ ہر موڑ پر یہ خطرہ بھی تھا کہ یہ دشمن کی کوئی کمین گاہ نہ ہو، لیکن نہ ان کے عزم واستقامت کو کوئی پہاڑ جنبش دے سکا، نہ راستے کی صعوبتیں اُنہیں ڈگمگا سکیں، وہ ہر مشکل سے مشکل راستے پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے بڑھتے رہے، یہ کٹھن اور سنگلاخ چٹانیں ان کی راہ کا غُبار بنکر ان کا منہ تکتی رہ گئیں، اور ان کے عزم وثبات کا قافلہ منزلوں آگے نکل گیا۔

یہ غازی، یہ تیرے پُراسرار بندے   جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا   سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اس کوہستان سے کسی طرح باہر نکلے تو پھر میدانی علاقہ شروع ہوگیا، یکے بعد دیگرے بہت سی بستیاں گذرتی رہیں، ہم عمّان سے روانہ ہونے کے بعد شاید ڈیڑھ سو کیلومیٹر سفر طے کرچکے تھے، اس کے بعد کہیں منزلِ مقصود کے آثار شروع ہوئے، لوگوں نے بتایا کہ اب مُوتہ قریب ہی ہے۔ راستہ پوچھتے پوچھتے بالآخر ہم موتہ پہنچ ہی گئے۔ آج موتہ کے میدانِ جنگ کے شمال میں ایک شاندار یونیورسٹی جامعۃ موتہ ہی کے نام سے بنی ہوئی ہے، ہم نے گاڑی اس کے مرکزی دروازے کے سامنے کھڑی کی، اور لوگوں سے پوچھا تو انہوں

نے مُوتہ کے میدانِ جنگ کا راستہ بتادیا۔ اس میدان کے شمالی کنارے پر کچھ بوسیدہ عمارتوں کے کھنڈر باقی ہیں، اور ایک مُجاور یہاں زائرین کی رہنمائی کیلئے موجود ہے۔ شمال میں حدِ نظر تک ایک میدان پھیلا ہوا تھا جس میں جگہ جگہ نشیب و فراز نظر آتے تھے۔ مجاور نے بتایا کہ یہ میدان معرکۂ موتہ کے وقت سے آج تک ایک ہی حالت میں ہے، اور یہاں کبھی کوئی انقلابی تغیر نہیں آیا۔

غزوۂ مُوتہ:

غزوۂ موتہ ۸ھ میں پیش آیا تھا، اور اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو بصریٰ (شام) کے بادشاہ کے پاس دعوتِ اسلام کیلئے ایک مکتوبِ گرامی دیکر بھیجا تھا، ابھی وہ بصریٰ پہنچے بھی نہ تھے کہ راستے میں شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر کے بصریٰ کے حاکم کے پاس پیش کر دیا، اور اُس نے آپ کو قتل کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچیوں میں حضرت حارث بن عمیرؓ وہ تنہا ایلچی ہیں جنہیں اس طرح شہید کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو آپؐ کو شدید صدمہ ہوا، ایلچی کو قتل کرنا اُس دور میں بھی بین الاقوامی قوانین اور رسم و رواج کے مطابق بدترین بدعہدی اور انسانیت سے گری ہوئی حرکت تھی، اور یہ انتہائی پست قسم کا اعلانِ جنگ بھی سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ اُس وقت مسلمان طرح طرح کے مسائل میں گھرے ہوئے تھے، ابھی مکہ مکرمہ بھی فتح نہیں ہوا تھا، اور ایسے میں شام اور روم کی طاقت سے ٹکر لیکر ایک نیا خطرناک محاذ کھولنا آسان نہ تھا، لیکن ایک صحابی — اور وہ بھی ایلچی — کو اس طرح بلاوجہ شہید کر دینا بھی ایسی بات نہ تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو کر بیٹھ جاتے۔

آپؐ نے اس موقع پر صحابۂ کرامؓ کو جمع کر کے انہیں اس حادثے سے باخبر فرمایا، اور ساتھ ہی ایک لشکر ترتیب دیا جس کی سربراہی اپنے متبنّیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سونپی، اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر حضرت زید بن حارثہؓ شہید ہو جائیں تو آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو امیر بنایا جائے، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو امیرِ لشکر قرار دیا جائے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان باہمی مشورے سے جس کو چاہیں امیر منتخب کر لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح یکے بعد دیگرے تین امیروں کو نامزد فرمانا ایک غیر معمولی بات تھی، اور اس میں بظاہر یہ اشارہ بھی تھا کہ یہ تینوں بزرگ اس معرکے میں شہادت سے سرفراز ہونگے، چنانچہ ایک یہودی جو آپؐ کی یہ گفتگو سُن رہا تھا، اُس نے حضرت زید بن حارثہؓ سے کہا کہ: "بنی اسرائیل میں یہ بات مشہور تھی کہ جب کوئی نبی کسی مہم پر بھیجتے وقت یکے بعد دیگرے کئی آدمیوں کے بارے میں یہ کہے کہ اگر فلاں شہید ہو گیا تو ایسا کرنا تو وہ ضرور شہید ہوتا تھا، لہٰذا اے زید! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی نبی ہیں تو تم اب واپس لوٹ کر اُن کے پاس نہیں آؤ گے۔" یہودی شاید یہ سمجھتا ہوگا کہ حضرت زیدؓ یہ سُنکر

خوفزدہ ہونگے، لیکن حضرت زیدؓ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا:

"تو سُن لو! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے اور پاکباز نبی ہیں"۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت زید بن حارثہؓ کو جھنڈا عنایت فرمایا، اور تین ہزار صحابۂ کرامؓ پر مشتمل یہ لشکر اس طرح مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس اور مدینۂ طیبہ کے باشندوں کا ایک بڑا مجمع اسے الوداع کہنے کیلئے ثنیۃ الوداع تک آیا، جب لشکر وہاں سے روانہ ہوا تو مجمع نے دُعا دی:

صحبکم اللہ و دفع عنکم، وردکم صالحین غانمین

اللہ تمہارا ساتھی ہو، اللہ تم سے بلائیں دُور کرے، اللہ تمہیں صحیح سلامت کامیاب و کامران واپس لائے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بڑے قادر الکلام شاعر تھے، انہوں نے یہ فقرہ سُنا تو یہ اشعار پڑھے:

لکننی أسأل الرحمن مغفرۃ — وضربت ذات نرغ تقذف الزبدا
أو طعنۃ بیدی حران مجھزۃ — بحربۃ تنفذ الأحشاء والکبدا
حتی یقال إذا مروا علی جدثی — أرشدہ اللہ من غاز وقد رشدا

"لیکن میں تو اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں"

"اور تلوار کی ایسی ضرب کا طالب ہوں جو پھیلتی چلی جائے اور خون کے جھاگ اُبال کر رکھدے"

"یا پھر کسی حرّانی شخص کے ہاتھوں نیزے کے کاری وار کا"

"ایسے نیزے کے ذریعہ جو آنتوں اور جگر کے پار ہو جائے"

"یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گذریں تو کہیں"

"کہ اس غازی کو اللہ نے ہدایت دی تھی، اور وہ ہدایت کی منزل پا گیا"[2]

اس شان سے شوقِ شہادت کی امنگیں دل میں لئے ہوئے یہ قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا ذہن میں یہ تھا کہ بُصریٰ کے حاکم سے مُقابلہ ہوگا، بظاہر اس بات کا امکان نظر نہیں آتا تھا کہ روم کی وہ زبردست طاقت تین ہزار افراد کے اس انتقامی حملے کو اتنی اہمیت دیگی کہ اپنی پوری فوجی طاقت اس کے مقابلے پر لے آئے۔ لیکن جب صحابۂ کرامؓ اردن کے علاقے معان میں پہنچے (یہ علاقہ اب بھی اسی نام سے موجود ہے، اور اردن کا ایک اہم شہر سمجھا جاتا ہے) تو پتہ چلا کہ روم کا بادشاہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لیکر بذاتِ خود مآب تک پہنچ چکا ہے، اور لخم، جذام، قین اور بہراء وغیرہ کے قبائل نے ایک لاکھ افراد مزید ان کی مدد کیلئے فراہم کردیئے ہیں ـــــ اس غیر متوقع خبر کا مطلب

---

[1] مغازی الواقدی، ص ۷۵۶، ج ۲۔

[2] سیرت ابن ہشام مع الروض الأنف، ص ۲۵۶، ج ۲۔

یہ تھا کہ تین ہزار کا مقابلہ دو لاکھ سے ہوگا!

ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال غور اور مشورے کی متقاضی تھی۔ چنانچہ صحابۂ کرامؓ نے معان میں ایک مشاورتی اجلاس منعقد کیا۔ بہت سے حضرات نے یہ رائے دی کہ اس صورتِ حال کا چونکہ پہلے اندازہ نہیں تھا، اس لئے مناسب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع بھجوائی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ آپؐ یہ خبر سُن کر کچھ کمک روانہ فرمائیں یا کوئی اور حکم دیں۔

بات بظاہر معقول تھی، اور ظاہر اسباب کے تحت جنگی تدبیر کا تقاضا بھی یہی تھا، چنانچہ بہت سے صحابۂ کرامؓ اسی رائے پر عمل کرنے کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ لیکن اتنے میں وہی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کھڑے ہوے، اور یہ ولولہ انگیز تقریر فرمائی:۔

"اے قوم! جس چیز سے تم اس وقت گھبرانے لگے ہو، خدا کی قسم یہ وہی چیز ہے جس کی تلاش میں تم وطن سے نکلے تھے' — اور وہ ہے شہادت! یاد رکھو کہ ہم نے جب بھی کوئی جنگ لڑی ہے تو نہ کثرتِ تعداد کی بنیاد پر لڑی ہے، اور نہ ہتھیاروں اور گھوڑوں کی بنیاد پر، میں بدر میں شریک تھا تو خدا کی قسم! ہمارے پاس صرف دو گھوڑے تھے، میں احد میں شامل تھا تو ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔ ہاں ہم نے جس بنیاد پر ہمیشہ جنگ لڑی ہے وہ ہمارا یہ دین ہے جس کا اعزاز اللہ نے ہمیں عطا فرمایا ہے، لہٰذا میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ آگے بڑھو، دو سعادتوں میں سے ایک سعادت یقیناً تمہارا مقدر ہے، یا تو تم دشمن پر غالب آجاؤ گے، اور اس طرح اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا وہ وعدہ پورا ہوگا جو کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا، یا پھر تم شہید ہو کر جنت کے باغات میں اپنے بھائیوں سے جا ملو گے۔" [1]

بس پھر کیا تھا؟ تمام صحابۂ کرامؓ شوقِ شہادت سے سرشار ہو کر جہاد کیلئے کمربستہ ہوگئے، لشکر معان سے روانہ ہو کر پہلے مشارف اور پھر موتہ میں مقیم ہوا، اور پھر موتہ ہی کے اس میدان میں یہ زبردست معرکہ پیش آیا، دونوں لشکر مقابل ہو کر گتھ گئے۔ جنگ کے دوران حضرت زید بن حارثہؓ شہید ہوے تو آنحضرت

---

[1] "یا قوم! واللہ إن التی تکرھون للتی خرجتم تطلبون، الشھادۃ (ابن ھشام ص ۲۵۷ ج ۲ وعیون الاثر ص ۱۹۹) واللہ ما کنا نقاتل الناس بکثرۃ عدد، ولا بکثرۃ خیول، إلا بھذا الدین الذی أکرمنا اللہ بہ۔ انطلقوا! واللہ لقد رأیتنا بدر ما معنا إلا فرسان، ویوم أحد فرس واحد۔ وإنما ھی إحدی الحسنیین إما ظھور علیھم فذلک ما وعدنا اللہ ووعدنا نبینا، ولیس لوعدہ خلف، وإما الشھادۃ، فنلحق بالإخوان نرافقھم فی الجنان" (مغازی الواقدی ص ۷۶۰ ج ۲)

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے پرچم اُٹھالیا، گھمسان کے رَن میں چاروں طرف سے نیزوں اور تیروں کی بارش ہو رہی تھی، حضرت جعفر ؓ کے لئے گھوڑے پر بیٹھنا مشکل ہوگیا، نتیجہ یہ کہ وہ گھوڑے سے اُتر پڑے، اور پیدل دشمن کی صفوں میں گھس گئے، کسی نے وار کیا تو دایاں ہاتھ جس میں پرچم سنبھالا ہوا تھا، کٹ کر گر گیا، حضرت جعفر ؓ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، کسی نے اُس ہاتھ پر بھی وار کیا، اب دونوں ہاتھ کٹ گئے، حضرت جعفر ؓ کو جیتے جی اس پرچم کو چھوڑنا گوارا نہ تھا، انہوں نے اُسے کٹے ہوئے بازوؤں میں دَبا کر روکے رکھنے کی کوشش کی، لیکن تیسرے وار نے اُنہیں اپنی منزل پر پہنچا دیا، حضرت ابن عمر ؓ کا بیان ہے کہ بعد میں ان کی نعشِ مبارک دیکھی گئی تو ان کے جسم پر نیزے اور تلواروں کے پچاس زخم شمار کئے گئے، جن میں سے کوئی ان کی پشت پر نہیں تھا۔[1] رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ترتیب کے مطابق اب حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کی باری تھی، انہوں نے علم اٹھایا، اور دشمن کی طرف بڑھنے لگے، نہ جانے کب سے کوئی غذا پیٹ میں نہیں گئی تھی، اس لئے چہرے پر شاید بھوک کی نقاہت کے آثار نمایاں ہو گئے، اُن کے ایک چچازاد بھائی نے دیکھا تو گوشت کی چند بوٹیاں کہیں سے لاکر ان کے سامنے پیش کیں کہ "ان دنوں میں آپ نے بہت محنت اُٹھائی ہے، یہ کھا لیجئے، تاکہ کم از کم اپنی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں"۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے گوشت ان کے ہاتھ سے لیکر کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک گوشے سے مسلمانوں پر شدید حملے کی آواز سُنائی دی، حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے اپنے آپ سے خطاب کر کے فرمایا کہ "اِس حالت میں تم دُنیا کے کام میں لگے ہوئے ہو؟" یہ کہکر گوشت چھوڑ دیا، تلوار اٹھائی، اور دُشمن کے پَرّوں میں جا گھُسے، اور وہیں پر لڑتے لڑتے جانِ جاں آفریں کے سپرد کر دی۔[2] رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

ان تین بزرگوں کے بعد، کسی کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز نہیں فرمایا تھا، بلکہ اسے مسلمانوں کے باہمی مشورے پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ حضرت ثابت ابن اقرم ؓ نے زمین سے جھنڈا تو اٹھالیا، لیکن ساتھ ہی مسلمانوں سے کہا کہ: "اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ" لوگوں نے کہا کہ "بس آپ ہی امیر بن جائیے" لیکن حضرت ثابت بن اقرم ؓ اس پر راضی نہ ہوئے بالآخر مسلمانوں نے اتفاقِ رائے سے حضرت خالد بن ولید ؓ کو امیر مقرر کر لیا، حضرت ثابت ؓ نے پرچم ان کے حوالے کر دیا، حضرت خالد ؓ بے جگری سے لڑے، اور اُس روز ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں۔[3] بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور حضرت خالد ؓ مسلمانوں کے لشکر کو بحفاظت واپس لانے میں کامیاب ہو گئے۔[4]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی باب ۴۴ ۔حدیث ۴۲۶۰ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۳۵۸ ج ۲ ۔

[3] صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر ۴۲۶۵، [4] اس جنگ کے انجام کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو مکمل فتح ہوئی تھی، بعض سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان دشمن کے لشکر کے ایک دستے پر فتح پاکر باہر نکل آئے تھے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالد ؓ کی کامیابی یہی تھی کہ وہ مسلمانوں کو بحفاظت واپس لے آئے۔ بہرصورت! (اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں):

اُدھر مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ کے حالات سے بے خبر نہ تھے، ابھی شام سے کوئی ایلچی جنگ کی خبر لیکر نہیں آیا تھا، کہ ایک روز آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے خطاب کرکے ارشاد فرمایا کہ: "جھنڈا زیدؓ نے اٹھایا تھا، وہ شہید ہو گئے، پھر جعفرؓ نے اٹھایا، وہ بھی شہید ہو گئے، پھر ابن رواحہؓ نے اٹھایا، وہ بھی شہید ہو گئے" یہ فرماکر سرکارؐ کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پھر فرمایا: "یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (حضرت خالدؓ) نے اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرما دی"۔ [1]

حضرت اسماء بنت عمیسؓ، جو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی اہلیہ تھیں، فرماتی ہیں کہ انہی دنوں میں اپنے گھر میں تھی، اور میں نے اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیار کیا تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے، آپؐ نے بچوں کو بلایا، انہیں گلے لگا کر پیار کرنے لگے، میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں، میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ روکیوں رہے ہیں؟ کیا جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "آج وہ شہید ہو گئے"۔

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ یہ سنکر میری چیخ نکل گئی، عورتیں میرے پاس جمع ہونے لگیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، اور گھر جاکر فرمایا کہ "جعفرؓ کے گھر والوں کیلئے کھانا بناکر بھیجدو"۔ [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر یہ بشارت بھی دی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں جعفرؓ کو ان کے ہاتھوں کے بدلے دو ایسے بازو عطا فرمائے ہیں جن کے ذریعے وہ جہاں چاہیں اُڑ کر چلے جاتے ہیں۔ [3] اسی لئے حضرت جعفرؓ کا لقب "طیّار" (اڑنے والا) مشہور ہو گیا۔

میدانِ موتہ:

یہ واقعات کتابوں میں پڑھے ہوئے تھے، اور آج وہی میدان ان گنہگار نگاہوں کے سامنے تھا جہاں صحابہ کرامؓ نے اپنے مقدس خون سے جانبازی اور فداکاری کی یہ تاریخ لکھی تھی۔ تصور کی نگاہیں اس میدان کے مختلف گوشوں میں اس معرکۂ رستخیز کے مختلف مناظر دیکھتی رہیں جس نے ان حضراتِ صحابہؓ کو فرشتوں سے بھی بلند مقام عطا فرمایا ؎

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی، ز خاکی بیش ازاں خواہی

(بقیہ صفحہ گذشتہ): دو لاکھ افراد سے تین ہزار کے مقابلے کا ان تینوں میں سے جو بھی انجام ہوا ہو، یہ مسلمانوں کی ایک اہم کامیابی ہی تھی۔ [1] صحیح البخاری، حدیث ۴۲۶۲، [2] سیرت ابن ہشام ص ۲۵۹، ج ۲، [3] ایضاً ص ۲۵۸ ج ۲۔

ابھی ذہن ان تصورات میں گم تھا کہ اس میدان کے مقامی مجاور نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ: "یہ حضرت زید بن حارثہؓ کا مقام شہادت ہے" یہاں چند فٹ اونچا ایک پتھروں کا بنا ہوا ستون نصب تھا، اور اس پر دھندلے حروف میں لکھی ہوئی یہ عبارت پڑھی جا سکتی تھی کہ: "ھنا استشھد زید بن حارثہؓ" (حضرت زید بن حارثہؓ اس مقام پر شہید ہوئے"۔ اسی سے کچھ فاصلے پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا مقام شہادت بیان کیا جاتا ہے۔ وہاں پر بھی اسی قسم کا ایک ستون کھڑا ہوا ہے۔ مجاور نے بتایا کہ یہاں سے جنوب میں تقریباً ایک کیلومیٹر کے فاصلے پر میدان کے بیچوں بیچ ایک جگہ ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ وہاں شہید ہوئے تھے، اس جگہ ایک زیر زمین سرنگ سی بھی بنی ہوئی ہے، مجاور کے کہنے کے مطابق کسی زمانے میں یہاں یہ بات مشہور تھی کہ اس سرنگ سے خوشبو آتی ہے، کوئی شخص اس کی تحقیق کیلئے اندر داخل ہوا، لیکن پھر واپس نہیں آسکا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے مزارات اس میدان سے کافی فاصلے پر ایک بستی میں واقع ہیں، اس بستی کا نام غالباً انہی مزارات کی وجہ سے "مزار" مشہور ہے۔ چنانچہ ہم لوگ میدانِ موتہ سے اس بستی کی طرف روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضری اور سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت زید بن حارثہؓ:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، صحابۂ کرامؓ میں کچھ امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں، تمام صحابۂ کرامؓ میں یہ امتیاز انہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے (فلما قضی زید منھا وطرا ..... سورۃ الاحزاب) یہ اعزاز کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں ہے، اسی طرح آپ کی ایک امتیازی سعادت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنایا ہوا تھا۔ اور اس کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے:۔

حضرت زید بن حارثہؓ کے والد (حارثہ) قبیلۂ بنو کعب سے تعلق رکھتے تھے، اور ان کی والدہ سُعدیٰ بنو معن کے قبیلے سے۔ حضرت زیدؓ کے لڑکپن کے زمانے میں ان کی والدہ اپنے میکے گئیں تو انہیں بھی اپنے ساتھ لے گئیں، جاہلیت کا زمانہ تھا، اور قبائلِ عرب کے درمیان جنگیں چلتی ہی رہتی تھیں، حضرت زیدؓ کی ننھیال پر ایک دشمن قبیلہ حملہ آور ہوا، اور اس زمانے کے دستور کے مطابق وہ حضرت زیدؓ کو قید کرکے لیگیا، اور انہیں غلام بنالیا، یہ بیچارے اپنے والدین سے دور غلامی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک مرتبہ جب عکاظ میں میلہ لگا تو ان کا آقا انہیں اس میلے میں بیچنے کیلئے لایا، اتفاق سے وہاں ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزامؓ (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے) تشریف لائے ہوئے تھے، انہوں نے چار سو درہم میں یہ غلام اپنی پھوپی حضرت خدیجہؓ کیلئے خرید لیا۔

اس کے بعد جب حضرت خدیجہؓ کا نکاح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے حضرت

بن حارثہؓ کو لطور غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا، اور اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باقاعدہ غلامی میں آگئے۔

اُدھر حضرت زیدؓ کے والد حارثہ اپنے بیٹے کی تلاش میں سرگرداں تھے، اور اُن کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا تھا، انہی کی یاد میں انہوں نے یہ شعر بھی کہا کہ ؎

بکیت علی زید ولم أدر ما فعل
أحيّ فيرجى، أم أتى دونه الأجل

"میں زید پر روتا ہوں، معلوم نہیں کہ اس کا کیا بنا؟"
"پتہ نہیں کہ وہ زندہ ہے کہ کبھی اس سے ملنے کی امید کی جائے، یا اس کو موت آچکی ہے"۔

جب حج کا موسم آیا تو بنو کلب کے کچھ لوگ حج کرنے کیلئے مکہ مکرمہ آئے، وہاں انہوں نے حضرت زیدؓ کو دیکھا تو پہچان گئے، اور حضرت زیدؓ نے بھی انہیں پہچان لیا، اور ان سے کہا کہ میرے گھر والوں کو میرا یہ شعر پہنچا دینا:

أحن إلى قومي وإن كنت نائيا
بأني قطين البيت عند المشاعر

یعنی "میں اپنی قوم کو اب بھی یاد کرتا ہوں، اگرچہ میں دور ہوں"
"اور مقاماتِ مقدسہ کے پاس بیت اللہ کا مجاور بن چکا ہوں"۔

یہ لوگ جب واپس پہنچے تو انہوں نے حضرت زیدؓ کے والد کو سارا واقعہ بھی سُنایا، اور حضرت زیدؓ کا پتہ بھی بتا دیا۔ حارثہ اور حضرت زیدؓ کے چچا کعب اُن کی تلاش میں مکہ مکرمہ پہنچے، پتہ چلا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غُلام بنے ہوئے ہیں، وہ لوگوں سے پوچھتے پوچھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، آپ اُس وقت مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے، انہوں نے آکر عرض کیا کہ:

"آپ عبد المطلب کے بیٹے ہیں، وہ اپنی قوم کے سردار تھے، آپ لوگ حرم کعبہ کے پاسبان ہیں اور آپ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ غلاموں کو آزاد کرتے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ہمارا بیٹا آپ کا غلام ہے، ہم اس کے بارے میں آپ سے بات کرنے آئے ہیں، آپ ہم پر احسان کیجئے، جو فدیہ بھی آپ طلب کریں، ہم وہ ادا کرنے کیلئے تیار ہیں، انہیں فدیہ لیکر چھوڑ دیجئے، وہ غلام زید بن حارثہ ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تو کچھ مشکل بات نہیں، میں ابھی اُن کو بلا لیتا ہوں اُن سے اُن کی مرضی معلوم کر لیجئے، اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہیں تو میں کسی فدیہ کے بغیر انہیں آپ کے حوالے کر دوں گا، لیکن اگر انہوں نے خود میرے ساتھ ہی رہنا پسند کیا تو جو شخص میرے ساتھ رہنا پسند کرے، اسے چھوڑ کر فدیہ لینا مجھ سے نہ ہو سکے گا"۔

انہوں نے کہا: "آپ نے ہماری آدھی سے زیادہ مشکل تو حل کر دی"۔

(ان کا خیال تھا کہ حضرت زیدؓ یقیناً اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جانا پسند کرینگے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بلا کر اُن سے پوچھا کہ "ان دونوں کو پہچانتے ہو؟"

حضرت زیدؓ نے فرمایا: "جی ہاں، یہ میرے والد ہیں، اور وہ میرے چچا"

آپؐ نے فرمایا: "تم میرے ساتھ ایک مدت تک رہ چکے ہو، اب تمہیں اختیار ہے، چاہو تو میرے ساتھ رہو، اور چاہو تو ان کے ساتھ"

حضرت زیدؓ نے جواب دیا: "میں آپ کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا، آپ میرے باپ بھی ہیں اور چچا بھی"

باپ اور چچا نے یہ سُنا تو چیخ پڑے "زید! تمہیں کیا ہوگیا؟ تم آزادی پر غلامی کو، اور اپنے باپ، چچا اور گھر والوں پر ایک اجنبی کو ترجیح دے رہے ہو؟"

حضرت زیدؓ نے جواب دیا: "جی ہاں! میں نے ان صاحب کے پاس ایک ایسی چیز دیکھی ہے کہ اس کے بعد میں ان کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کی یہ گفتگو سُنی تو ان کا ہاتھ پکڑ کر حطیم کی طرف لے گئے، اور بلند آواز سے فرمایا:

"تمام لوگ گواہ رہیں کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا، اور میں اس کا"[1]

حضرت زیدؓ کے والد اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی مطمئن ہوگئے، اور خوش دلی سے واپس چلے گئے۔[2] اس کے بعد لوگ حضرت زیدؓ کو "زید بن حارثہ" کے بجائے "زیدؓ بن محمدؐ" کہنے لگے، یہاں تک کہ قرآن کریم میں سورۂ احزاب کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں یہ حکم دیا گیا کہ متبنّیٰ کو بھی اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کرکے پکارنا چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی جنگی مہمات کا امیر حضرت زید بن حارثہؓ کو بنایا، اور اس طرح یہ عملی سبق دیا کہ اسلام میں فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے، غلامی اور آزادی نہیں، یہاں تک کہ آخری بار غزوۂ مُوتہ کی سربراہی انہیں سونپی گئی۔ اور وہ شخص جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و صحبت کی خاطر اپنے باپ، چچا اور پورے خاندان کو چھوڑ دیا تھا، اللہ کے دین کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ایک ہزار کیلومیٹر کے فاصلے پر اس اجنبی سرزمین میں آسودہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وأرضاہ۔

حضرت زید بن حارثہؓ کے مزارِ مبارک کے ساتھ ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے، ہم نے نمازِ ظہر اسی مسجد میں ادا کی۔

---

[1] شروع میں منہ بولے بیٹے کو وارث بنایا جا سکتا تھا، بعد میں قرآن کریم نے یہ حکم منسوخ فرمادیا، اب کوئی منہ بولا بیٹا وارث نہیں ہو سکتا۔ [2] یہ پورا واقعہ حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ" (ص ۵۴۵ و ۵۴۶ ج ۱) میں نقل فرمایا ہے۔

حضرت جعفر طیارؓ کے مزار پر:

یہاں سے کچھ فاصلے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، وہاں بھی حاضری اور سلام عرض کرنے کی سعادت ملی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی تھے جو عمر میں ان سے دس سال بڑے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وشباہت بہت ملتی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"أشبهت خَلقي وخُلُقي" (بخاری ومسلم)

تم صورت میں بھی میرے مشابہ ہو، اور اخلاق میں بھی۔

حضرت جعفرؓ غریب نواز بہت تھے، غریبوں اور مسکینوں کی بہت مدد کرتے تھے' اس لئے ان کا لقب "أبوالمساکین" مشہور ہوگیا تھا، اور حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعفر بن ابی طالبؓ تمام لوگوں سے افضل ہیں"۔ آپ نے کفار کے ظلم وستم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی، اور آپ ہی نے نجاشی کے دربار میں وہ پُراثر تاریخی تقریر فرمائی جس کے نتیجے میں نجاشی مسلمان ہوئے۔ چنانچہ جب آپ حبشہ سے غزوۂ خیبر کے موقع پر واپس تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکل کر آپ کا استقبال فرمایا، اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ یہ واقعہ ۷ھ کا ہے، اور اگلے ہی سال ۸ھ میں غزوۂ موتہ پیش آگیا جس میں آپ کی فداکارانہ شجاعت اور شہادت کا واقعہ پیچھے آہی چکا ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ:

یہاں سے کچھ فاصلے پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا مزار تھا، وہاں بھی حاضری ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری صحابی ہیں، اسلام سے پہلے یہ شاعر کی حیثیت سے مشہور تھے، اور ان کے اشعار پورے عرب میں پھیلے ہوئے تھے، لیکن اسلام لانے کے بعد باقاعدہ شاعری ترک کردی تھی، ایک جہاد کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے فرمائش کی کہ "اپنے اشعار سے قافلے کو گرماؤ"، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جواب دیا کہ "یارسول اللہ! میں یہ باتیں چھوڑ چکا ہوں"، حضرت عمرؓ نے انہیں ٹوکا، اور فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر اسے ماننا چاہیئے"، اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے موقع کی مناسبت سے یہ اشعار پڑھے:

یا ربّ لولا أنت ما اهتدینا — ولا تصدقنا ولا صلّینا
فأنزلن سکینة علینا — وثبت الأقدام إن لاقینا
إن الکفار قد بغوا علینا — وإن أرادوا فتنة أبینا

"اے پروردگار! آپ کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی"

"نہ ہم صدقہ کر سکتے، نہ نمازیں پڑھ سکتے"
"اب آپ ہی ہم پر سکینت نازل فرمائیے"
"اور جب ہم دشمن کے مقابل ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھئے"
"کفار نے ہمارے خلاف سر اٹھایا ہوا ہے"
"اگر وہ فتنہ برپا کرنا چاہیں گے تو ہم کرنے نہیں دینگے"

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے موقع پر مسجد حرام میں داخل ہوئے، اور طواف کیلئے آگے بڑھے تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے ساتھ تھے اور آپ کیلئے راستہ بناتے ہوئے چل رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بھی متعدد جنگی مہمات میں امیر بنایا، اور آخری بار غزوۂ موتہ میں آپ سربراہِ لشکر بنے، جس میں آپ کے شوقِ شہادت اور جذبۂ سرفروشی کے واقعات پیچھے گذر چکے ہیں۔ [1]

غزوۂ موتہ کے میدان اور تینوں بزرگوں کے مزارات پر حاضری اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی سکینت وطمانیت آج کے دن کا وہ عظیم سرمایہ تھی جو زندگی بھر یاد رہیگی۔

(جاری ہے)

---

[1] مذکورہ بالا واقعات کیلئے دیکھئے طبقات ابن سعد ص ۵۲۵ تا ۵۲۸ ج ۳ ،

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح

معارف القرآن * سورۂ زمر * آیت ۷ تا ۱۰

خلاصۂ تفسیر

(اے لوگو تم نے کفر و شرک کا بطلان سُن لیا، اس کے بعد) اگر تم کفر کرو گے (جس میں شرک بھی داخل ہے) تو خدا تعالیٰ (کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ وہ) تمہارا (اور تمہاری عبادت کا) حاجتمند نہیں (کہ تمہارے عبادت و توحید اختیار نہ کرنے سے کچھ اس کو ضرر پہنچے) اور (یہ بات ضرور ہے کہ) وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا (کیونکہ کفر سے بندوں کو ضرر پہنچتا ہے) اور اگر تم شکر کرو گے (جس کی فرد اعظم ایمان ہے) تو (اس کو کوئی نفع نہیں مگر چونکہ تمہارا نفع ہے اس لئے وہ) اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور (چونکہ ہمارے یہاں قاعدہ مقرر ہے کہ) کوئی کسی کا بوجھ (گناہ کا) نہیں اٹھاتا (اس لئے کفر کر کے یوں بھی نہ سمجھنا کہ ہمارا کفر دوسرے کے نامۂ اعمال میں کسی وجہ سے درج ہو جائے گا اور ہم بری ہو جاویں گے خواہ اس وجہ سے کہ ہم دوسروں کے متبع ہیں معاصرین کے یا آباء اقدمین کے خواہ اس وجہ سے کہ دوسرے وعدہ اس بوجھ کے اٹھا لینے کا کرتے ہیں جیسا بعض کفار کہا کرتے تھے وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ۔ غرض یہ نہ ہوگا بلکہ تمہارا کفر تمہارے جرائم میں لکھا جاوے گا) پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا۔ سو وہ تمہارے سب اعمال تم کو جتلا دے گا (اور سزا دے گا پس یہ گمان بھی غلط ہے کہ ان کے اعمال کی پیشی کا وقت نہ آوے گا۔ اور) وہ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا ہے (پس یہ گمان بھی مت کرنا کہ ہمارے کفر کی شاید اس کو اطلاع نہ ہو جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ بعض لوگوں میں گفتگو ہوئی کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہے یا نہیں، کسی نے کچھ جواب دیا کسی نے کچھ جواب دیا، جس پر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ (الخ)) اور (مشرک) آدمی (کی حالت یہ

ہے کہ اُس) کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب (حقیقی) کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے (اور سب معبودوں کو بھول جاتا ہے) پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت (امن و آسائش کی) عطا فرما دیتا ہے تو جس (تکلیف کے دفع کرنے) کے لئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا اُس کو بھول جاتا ہے (اور غافل ہو جاتا ہے) اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر (علاوہ اپنے گمراہ ہونے کے) یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے دوسروں کو (بھی) گمراہ کرتا ہے (اور اگر اس مصیبت کو پیش نظر رکھتا تو توحید میں اخلاص کو قائم رکھتا۔ یہ مشرک کی مذمت ہو گئی، آگے عذاب سے ڈراتا ہے کہ) آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے (پھر آخر کار) تو دوزخیوں میں سے ہونیوالا ہے (آگے اہل توحید کی مدح و بشارت ہے یعنی) بھلا جو شخص (برعکس حال مشرک مذکور کے) اوقاتِ شب میں (جو عموماً غفلت کا وقت ہوتا ہے) سجدہ و قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو (یہ تو اس کا ظاہر ہے اور باطن یہ ہو کہ) آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنی پروردگار کی رحمت کی اُمید (بھی) کر رہا ہو۔ (کیا ایسا شخص اور مشرک مذکور برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ یہ قانت جو عبادت پر مداومت کرنے والا اور اللہ سے ڈرنے والا بھی ہے اور اس سے اُمید عفو و کرم رکھنے والا بھی یہ محمود ہے اور مشرک جو مطلب نکال لینے کے بعد اخلاص کو چھوڑ دیتا ہے مذموم ہے اور چونکہ ان عبادات کے ترک کو کفار مذموم نہ سمجھتے تھے، اس لئے اس تفاوت کی بناء پر محمودیت و مذمومیت کے حکم میں ان کو شبہ ہو سکتا تھا، اس لئے آگے اس سے زیادہ واضح اور مسلم عنوانوں سے اس حکم کا اثبات فرماتے ہیں یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان سے بایں عنوان) کہئے کہ علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں (چونکہ جہل کو ہر شخص برا سمجھتا ہے اس کے جواب میں اُن کی طرف سے بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ اہل جہل مذموم ہیں آگے یہ ثابت کر نا رہ جائے گا کہ صاحب عمل صاحب علم ہے اور عمل سے اعراض کرنے والا صاحب جہل ہے سو یہ امر ذرا تامل سے ثابت ہے اور ہر چند کہ اس بیان سے کفر و اہل کفر کا مذموم اور ایمان و اہل ایمان کا محمود ہونا ثابت ہو گیا لیکن پھر بھی) وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں اور (جب اہل اطاعت کا عند اللہ محمود ہونا ـــــ معلوم ہو گیا تو اطاعت کی ترغیب دینے کے لئے) آپ (مومنین کو میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو (یعنی مداوم علی الطاعات و محترز عن المعاصی رہو کہ یہ سب فرع ہیں تقویٰ کی آگے اس کا ثمرہ ہے کہ) جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے (آخرت میں تو ضرور اور دنیا میں بھی باطنی راحت تو ضرور اور کبھی ظاہری بھی) اور (اگر وطن میں کوئی نیکی کرنے سے مانع ہو تو ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے جاؤ کیونکہ) اللہ کی زمین فراخ ہے (اور اگر ترکِ وطن میں کچھ تکلیف پہنچے تو استقلال رکھو کیونکہ دین میں) مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا (پس اس سے ترغیب اطاعت کی ہو گئی)

معارف و مسائل

اِن تَکْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنْکُمْ۔ یعنی نہ تمہارے ایمان سے اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہ تمہارے کفر سے کوئی نقصان۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اے میرے بندو اگر تمہارے اوّلین اور آخرین اور تمہارے انسان اور جن سب کے سب انتہائی فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں تو میرے ملک و سلطنت میں ذرا بھی کمی نہیں آتی (ابن کثیر)

وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں ۔ رضا سے مراد محبت ہے یا کسی کام کا ارادہ کرنا بغیر اعتراض کے ۔ اس کا مقابل لفظ سخط آتا ہے جس کے معنی کسی چیز کو مبغوض رکھنا یا کسی چیز کو قابلِ اعتراض قرار دینا اگرچہ اس کے ساتھ ارادہ بھی متعلق ہو ۔

مسئلہ :۔ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی اچھا یا بُرا کام ایمان یا کفر اللہ تعالیٰ کی مشیت یا ارادہ کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا ۔ اس لئے ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے اللہ جل شانہٗ کا ارادہ شرط ہے البتہ رضا اور پسندیدگی حق تعالیٰ کی صرف ایمان اور اچھے کاموں سے متعلق ہوتی ہے ، کفر و شرک اور معاصی اس کو پسند نہیں ۔ شیخ الاسلام نووی نے اپنی کتاب الاصول والضوابط میں لکھا ہے :۔

مذھب اھل الحق الایمان بالقدر و اثباته وان جمیع الکائنات خیرھا وشرھا بقضاء الله و قدره وھو مرید لھا کلھا ویکره المعاصی مع انه تعالیٰ مرید لھا لحکمة یعلمھا جل وعلا (روح المعانی)

مذہب اہل حق کا تقدیر پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ تمام کائنات اچھی ہوں یا بُری سب اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے وجود میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق کا ارادہ بھی کرتا ہے مگر وہ معاصی کو مکروہ و ناپسند سمجھتا ہے اگرچہ ان کی تخلیق کا ارادہ کسی حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود ہی جانتا ہے ۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ ۔ لفظ اَمَّنْ دو لفظوں سے مرکب ہے ۔ اَم حرف استفہام اور مَنْ اسم موصول اس جملے سے پہلے کفار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں اپنے کفر اور فسق و فجور کے مزے اڑا لو ، آخر کار تم جہنم کے ایندھن ہوگے ۔ اس کے بعد اس جملے میں مومن مطیع کا بیان ہے جس کو اَمَّنْ کے لفظ سوال سے شروع کیا گیا ہے ۔ علماء تفسیر نے فرمایا کہ اس سے پہلے ایک جملہ محذوف ہے کہ کافر سے کہا جائے گا کہ تو اچھا ہے یا وہ مومن مطیع جس کا ذکر آگے آتا ہے ۔ لفظ قانت کے کئی ترجمے کئے گئے ہیں ۔ سب کو جامع قول حضرت ابن مسعودؓ کا ہے ۔ اس کے معنی ہیں اطاعت گزار اور یہ لفظ جب خاص نماز کے لئے بولا جائے جیسے قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۔ تو وہاں مراد وہ شخص ہوتا ہے جو نماز میں اپنی نگاہ کو پست رکھے ، اِدھر اُدھر نہ دیکھے ، نہ اپنے بدن یا کپڑوں سے کھیل کرے نہ دُنیا کی کسی چیز کو اپنے اختیار سے نماز میں یاد کرے ۔ بھول اور غیر اختیاری وسوسہ اس کے منافی نہیں ۔ (قرطبی)

اٰنَآءَ الَّيْلِ کے معنی ساعات اللیل کے ہیں ۔ جس سے مراد رات کا شروع حصہ اور درمیانی اور آخر ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ محشر کے موقف حساب میں اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرماویں ، اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو رات کی اندھیری میں سجدہ اور قیام کی حالت میں پائے اس طرح کہ اس کو آخرت کی فکر بھی ہو اور رحمت کی امید بھی ۔ بعض حضرات نے مغرب و عشاء کے درمیان کے وقت کو بھی انا اللیل کہا ہے (قرطبی)

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۔ اس سے پہلے جملے میں اعمال صالحہ کا حکم ہے اس میں کوئی یہ عذر کر سکتا تھا کہ میں جس شہر یا ملک میں رہتا ہوں یا جس ماحول میں پھنسا ہوا ہوں ، اس کا ماحول مجھے اعمال صالحہ سے روکتا ہے ۔ اس کا

جواب اس جملے میں دیدیا گیا کہ اگر کسی خاص ملک شہر یا خاص ماحول میں رہتے ہوئے احکام شرعیہ کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کو چھوڑ دو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے کسی ایسی جگہ اور ایسے ماحول میں جاکر رہو جو اطاعت احکام الٰہیہ کے لئے سازگار ہو۔ اس میں ترغیب ہے۔ ایسی جگہ سے ہجرت کی۔ جس میں رہتے ہوئے انسان احکام دین کی پابندی نہ کرسکے ہجرت کے مفصل احکام سورۂ نساء میں آچکے ہیں۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ بغیر حساب سے مراد یہ ہے کہ صبر کرنے والوں کا ثواب کسی مقرر اندازے اور پیمانے سے نہیں۔ بلکہ بے اندازہ و بے حساب دیا جائے گا۔ جیسا کہ روایت حدیث میں آگے آتا ہے اور بعض حضرات نے بغیر حساب کے معنی درخواست و مطالبہ کے لئے ہیں یعنی جیسے دنیا میں کسی کا کوئی حق کسی کے ذمہ ہو تو اسے اپنے حق کا خود مطالبہ کرنا پڑتا ہے اللہ کے یہاں صابروں کو درخواست اور مطالبہ کے بغیر ہی ان کا ثواب عطا کیا جائے گا۔

حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ حضرت انسؓ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میزان عدل قائم کی جائے گی۔ اہل صدقہ آئیں گے تو ان کے صدقات کو تول کر اس کے حساب سے پورا پورا اجر دیدیا جائے گا۔ اسی طرح نماز اور حج وغیرہ عبادات والوں کی عبادات کو تول کر حساب سے ان کا اجر پورا دیدیا جائے گا۔ پھر جب بلاء اور مصیبت میں صبر کرنے والے آئیں گے تو ان کے لئے کوئی کیل اور وزن نہیں ہوگا بلکہ بغیر حساب اندازہ کے ان کی طرف اجر و ثواب بہادیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جن کی دنیاوی زندگی عافیت میں گزری تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش دنیا میں ان کے بدن قینچیوں کے ذریعہ کاٹے گئے ہوتے تو ہمیں بھی صبر کا ایسا ہی صلہ ملتا۔

حضرت امام مالکؒ نے اس آیت میں صابرین سے مراد وہ لوگ لئے ہیں جو دنیا کی مصائب اور رنج و غم پر صبر کرنے والے ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاصی سے اپنے نفس کو روکیں قرطبی فرماتے ہیں کہ لفظ صابر جب بغیر کسی دوسرے لفظ کے بولا جاتا ہے اُس سے مراد یہی ہوتا ہے جو اپنے نفس کو گناہوں سے باز رکھنے کی مشقت پر صبر کرے اور مصیبت پر صبر کرنے والے کے لئے لفظ صابر بولا جاتا ہے تو "صابر علی کذا" کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ یعنی فلاں مصیبت پر صبر کرنے والا۔ واللہ اعلم

وضاحت

ماہ جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ کے "البلاغ" میں جناب مولانا صبار دانش صاحب کا ایک مضمون "اکابرین کی ا[illegible] اولاد کو نصائح" شائع ہوا ہے۔ اس کے اندر بعض روایات ایسی بھی آگئی ہیں جو تاریخی استناد کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں، اور غلط[illegible] بھی پیدا کرتی ہیں، بالخصوص ص ۲۷ و ۲۸ پر حضرت معاویہؓ کی جو وصیتیں مذکور ہیں، وہ مستند نہیں ہیں ان کی اسناد بھی کمزور ہے، اور ا[illegible] سے جو تاثر قائم ہوتا ہے وہ بھی درست نہیں۔ ادارہ البلاغ ان کمزور روایات کی اشاعت پر شرمندہ اور اللہ تعالیٰ کے حض[illegible] مغفرت کا طالب ہے۔

(ادارہ)

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ط

تراویح کی بیس رکعات ہیں۔

سوال:۔ تراویح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی کتنی رکعات ہیں؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا کوئی ثبوت ہے؟ اگر ہے تو کتنی رکعات؟

ہمارے یہاں لوگ کہتے ہیں کہ تراویح کی نماز صرف آٹھ رکعات ہیں، بیس رکعات کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس سے عوام میں بڑا خلجان ہے، براہ کرم آپ واضح دلائل کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح صورتحال معین فرمائیں تاکہ ہماری پریشانی دور ہو اور راہِ صواب ہم پر کھل جائے اور پھر اطمینان سے اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

جواب:۔ تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور مرد وعورت دونوں کے لئے حکم ایک ہی ہے اور تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہ بیس رکعات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہیں اسی لئے حضرات تابعین، تبع تابعین ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبل کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق بھی تراویح کی بیس رکعات ہیں ان چاروں برحق اماموں نے بیس سے کم تراویح کو اختیار نہیں فرمایا۔ یہی جمہور کا قول ہے اور آج تک مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں اسی پر امتِ مسلمہ کا عمل ہے، آج کل بھی مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں، مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) مدینہ منورہ میں تراویح کی بیس رکعات ہوتی ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح پر عمل کرنے والے بہت اقلیت میں ہیں اور غلطی پر ہیں، کیونکہ جن روایات میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے اس سے تہجد کی نماز مراد ہے، تراویح کی نماز مراد نہیں ہے اور یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں۔

تراویح کی بیس رکعات ہونے پر چند دلائل درج ذیل ہیں۔

حدیث:۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وتر اور بیس رکعات (تراویح) پڑھا کرتے تھے۔

(ف) اس روایت کو ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں، عبد بن حمیدؒ نے اپنی مسند میں، طبرانیؒ نے معجم کبیر میں، بیہقی نے اپنی سنن میں اور امام بغویؒ نے مصابیح السنہ میں تحریر فرمایا ہے اس حدیث مرفوع کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ابراہیم بن عثمان کے، لیکن محض ایک راوی کی وجہ سے جبکہ بعض سے اس کی توثیق بھی منقول ہے بالکل نظر انداز کرنا صحیح نہیں علاوہ اس کے بہت سے آثار قویہ اور تعامل صحابہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ جس سے اس کا یہ معمولی سا ضعف بھی دور ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ میں اس سے استدلال کرنا یقیناً درست اور صحیح ہے (اعلاء السنن ص ۱، ج ۷، بتصرف)

حدیث:۔ عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ (رواہ مالکؒ واسنادہ مرسل قوی)

ترجمہ:۔ حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔

حدیث:۔ عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطابؓ امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ (رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفۃ واسنادہ مرسل قوی)

ترجمہ:۔ حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

حدیث:۔ وعن عبد العزیز بن رفیع قال، کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث (اخرجہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ واسنادہ حسن)

ترجمہ:۔ حضرت عبد العزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

حدیث:۔ عن عطاء بن السائب عن عبد الرحمٰن السلمی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بھم الخ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۴۹۶ کتاب الصلوٰۃ جلد دوم)

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان المبارک میں قراء کو بلایا پھر ان میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے راوی کا کہنا ہے کہ وتر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خود پڑھایا کرتے تھے۔

ف:۔ ان روایتوں اور دیگر تصریحات سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ میں ان کے قول و عمل سے بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المغنی" میں بڑے دلکش انداز سے بیس رکعات تراویح پڑھنے کے پس منظر کو اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہ سنت موکدہ ہیں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا آغاز فرمایا، دو یا تین شب آپ نے ان کی باقاعدہ جماعت فرمائی، پھر جب آپ نے اس کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا انتہائی شوق و جذبہ دیکھا تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تراویح امت پر فرض نہ ہو جائے اس لئے آپ نے اس کی جماعت ترک فرمادی، اور حضرات صحابہ انفرادی طور پر تراویح پڑھتے رہے، یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور آگیا، آپ انتہائی غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب ان کی فرضیت کا کوئی امکان نہیں، لہذا اسے پھر باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ بالآخر آپ نے اس کا فیصلہ فرمالیا، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تراویح کی امامت پر مقرر فرمایا، حضرات صحابہ میں سے کسی نے آپ کے اس فیصلہ پر نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ بخوشی اس پر عمل شروع کر دیا اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت ابی بن کعب کو بیس رکعات پڑھنے کا حکم فرمایا تھا، تمام صحابہ کرام حضرت فاروق اعظم کے دور میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے، اسی پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہو گیا " اور اجماع خود مستقل حجت شرعیہ ہے۔ اس لئے بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، یہی راہ حق ہے اس کو چھوڑنا گمراہی ہے۔ (المغنی ص ۹۹، ج۔۱ بزیادہ)

تراویح کا وقت کیا ہے

سوال:۔ تراویح کا وقت عشا کے فرضوں سے پہلے ہے یا بعد میں؟ اگر کوئی شخص فرضوں سے پہلے تراویح پڑھ لے اور بعد میں عشا کے فرض ادا کرلے تو کیا اس کی تراویح درست ہو جائیں گی نیز تراویح کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟

جواب:۔ نماز تراویح کا وقت عشا کے فرضوں کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ نماز عشاء سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائینگی تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔ فرضوں کے بعد تراویح دوبارہ پڑھنی ہوں گی۔

(فتاوی محمودیہ بحوالہ الدرمختار ص۴۷۳ ج۔۱۔ والاختیار ص۶۹ ج۱)

سوال:۔ تراویح اور وتر وغیرہ سب پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ امام یا منفرد کو عشاء کے فرض میں کچھ سہو ہو گیا تھا جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تھی تو کیا صرف فرض لوٹائیں گے یا تراویح یا وتر سب دوبارہ پڑھنے ہوں گے۔

جواب:۔ تراویح عشاء کے تابع ہیں جیسے اگر کوئی شخص عشاء سے پہلے تراویح پڑھ لے تو تراویح نہیں ہوں گی اسی طرح اگر عشاء کے وتر فاسد ہو جائیں اور منفرد یا امام تراویح پڑھا چکا ہے تو فرضوں کے لوٹانے کے ساتھ تراویح بھی لوٹائی جائیں گی خواہ تراویح تمام پڑھ چکا ہو یا بعض البتہ وتر کے لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ عشاء کے تابع نہیں ہیں۔

(ہندیہ و کبیری)

مسئلہ :- اگر بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے، مثلاً امام نے بغیر وضو نماز پڑھائی یا کوئی رکن چھوڑ دیا تو فرضوں کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئیے۔ اگرچہ یہاں وہ وجہ موجود نہ ہو (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری)

تراویح کی نیت

سوال :- تراویح پڑھنے کی نیت کس طرح کرنی چاہیئے ؟

جواب :- تراویح کی نیت یوں کرنی چاہیئے "یا اللہ آپ کی رضا کے لئے تراویح پڑھتا ہوں" یا "یا اللہ اس وقت کی سنت ادا کرتا ہوں" یا "رمضان المبارک کے قیام لیل کی نماز ادا کرتا ہوں" یا امام کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہا ہو تو اس طرح بھی نیت کر سکتا ہے "یا اللہ امام جو نماز پڑھا رہا ہے میں بھی وہی نماز ادا کرتا ہوں ان میں سے جو بھی نیت کی جائے تراویح ادا ہو جائیں گی (خانیہ)

مسئلہ :- مطلقاً نماز یا نوافل کی نیت پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیئے (خانیہ)

مسئلہ :- اگر کسی نے عشاء کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اور تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے سنت عشاء کی نیت کر کے اقتداء کی تو یہ جائز ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ خانیہ)

مسئلہ :- اگر امام تراویح کا دوسرا یا تیسرا شفعہ پڑھ رہا ہے اور کسی مقتدی نے اس کے پیچھے اپنے پہلے شفعہ کی نیت کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ خانیہ)

مسئلہ - اگر یاد آیا کہ گذشتہ شب کوئی شفعہ تراویح کا فوت ہو گیا یا فاسد ہو گیا تھا تو آج اس کو جماعت کے ساتھ تراویح کی نیت سے قضاء کرنا مکروہ ہے۔ (فتاوی محمودیہ بحوالہ خانیہ)

تراویح میں پورا قرآن کریم پڑھنا

سوال :- تراویح میں پورا قرآن کریم پڑھنا افضل ہے یا سنّت ؟ واضح فرمائیں!

جواب :- ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا (پڑھ کر یا سن کر) سنت ہے دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے لہذا اگر ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں پڑھی جائیں تو ایک مرتبہ بسہولت ختم ہو جائے گا اور مقتدیوں کو بھی گرانی نہ ہوگی تاہم لوگوں کی سستی کی وجہ حتی الامکان سنّت کو نہیں چھوڑنا چاہیئے (درمختار وخانیہ)

مسئلہ :- جو لوگ حافظ ہیں ان کے لئے فضیلت یہ ہے کہ مسجد سے واپس آکر بیس رکعت اور پڑھا کریں تاکہ دو مرتبہ ختم کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے (خانیہ)

مسئلہ :- ہر عشرہ میں ایک مرتبہ ختم کرنا افضل ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ بحر)

مسئلہ :- اگر مقتدی اس قدر ضعیف اور کاہل ہوں کہ ایک مرتبہ بھی پورا قرآن شریف نہ سن سکیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت چھوڑ دیں تو پھر جس قدر سننے پر وہ راضی ہوں اس قدر پڑھ لیا جائے یا الم ترکیف سے پڑھ لیا جائے (بحر) لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں گے (فتاوی محمودیہ بحوالہ خانیہ)

مسئلہ :- ستائیسویں شب کو ختم کرنا مستحب ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ بحر)

مسئلہ :- اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف ختم نہ کرے تو پھر کسی دوسری مسجد میں جہاں پر ختم ہو تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ

نہیں (کبیری) کیونکہ ختم کی سنت وہیں حاصل ہوگی (فتاوی محمودیہ)

مسئلہ:۔ اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھتا ہو تو دوسری مسجد میں تراویح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں (فتاوی محمودیہ بحوالہ بزازیہ)

ایک یا تین یا سات راتوں میں ختم کرنا

سوال:۔ آج کل بعض شہروں میں کسی جگہ ایک رات میں تراویح کے اندر قرآن کریم ختم کیا جاتا ہے اور بعض جگہ تین راتوں میں اور بعض جگہ سات راتوں میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر ایک رات میں یا تین یا سات راتوں میں تراویح کے اندر قرآن کریم قواعدِ تجوید کے مطابق صاف صاف اور بالکل صحیح طریقہ سے پڑھا جائے۔ حروف کاٹے نہ جائیں اور صرف یعلمون تعلمون سنائی نہ دے بلکہ کلام پاک اچھی طرح سامعین کے سمجھ میں آئے اور نمازی خوشدلی سے اس میں شریک ہوں تو اس طرح ختم کرنا جائز ہے شرعاً کچھ مضائقہ نہیں ہے، لیکن اگر قرآن کریم صاف اور صحیح نہ پڑھا جائے، حروف کٹنے لگیں سامعین کو سوائے یعلمون تعلمون کے کچھ سمجھ میں نہ آئے جیسا کہ بعض جگہ صورتحال اسی طرح ہے تو پھر اس طرح پڑھنا درست نہیں ہے اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

تراویح میں عورتوں کی جماعت

سوال:۔ تراویح میں عورتوں کی جماعت کیسی ہے جبکہ امام بھی عورت ہو اور مقتدی بھی عورت ہو؟ جو عورت حافظِ قرآن ہو اور تراویح میں سنائے بغیر اس کا قرآن کریم حفظ نہ رہ سکتا ہو بھولنے کا اندیشہ ہو تو کیا ایسی حافظہ عورت گھر کے اندر عورتوں کی جماعت میں تراویح کے اندر قرآن کریم سنا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ عورتوں کی جماعت کے بارے میں اصل حکم یہی ہے ان کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح میں ہو، اس لئے خواتین کو تراویح اور وتر کی نماز بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھنی چاہیئے۔ البتہ جو عورت قرآن کریم کی حافظہ ہو اور تراویح میں سنائے بغیر حفظ رکھنا مشکل ہو اور بھولنے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں عورتوں کی جماعتِ تراویح میں حافظہ عورت کو قرآن کریم سنانے کی کوئی تصریح تو نہیں ملی لیکن حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رح بلاتداعی صرف گھر کی خواتین کو حافظہ خاتون کے قرآن کریم کی یادداشت محفوظ رکھنے کی غرض سے اس شرط کے ساتھ اجازت دیا کرتے تھے کہ حافظہ خاتون کی آواز گھر سے باہر نہ جائے اور تداعی پر پرہیز کیا جائے تداعی سے پرہیز کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر دو باتوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے۔ ایک یہ کہ اس کے لئے باقاعدہ اہتمام کرکے خواتین کو نہ بلایا جائے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ اہتمام سے خواتین کو نہ بلایا جائے لیکن اقتداء کرنے والی خواتین کی تعداد امام خاتون کے علاوہ دو تین سے زیادہ نہ ہو۔ حضرت مفتی اعظم کی اس اجازت کی تائید تصریحات ذیل سے ہوتی ہے بلکہ آخری تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظہ خاتون کی اگر صرف ایک ہی خاتون مقتدی ہو اور دونوں برابر کھڑی ہوں تو اس میں کچھ کراہت نہیں۔

بہر حال جہاں تک ہوسکے حافظہ خواتین کو بھی ختم تراویح کی جماعت سے پرہیز کرنا چاہیئے البتہ بوقت ضرورت شرائطِ مذکورہ کے ساتھ اس مذکورہ گنجائش پر عمل کرسکتی ہیں۔

وفی خلاصۃ الفتاوی :۔ امامۃ المرأۃ للنساء جائزۃ إلا ان صلاتھن فرادی افضل (ص ۳۰ ج ۱)

قولہ ویکرہ تحریماً جماعۃ النساء ۔ لان الامام ان تقدمت لزم زیادۃ الکشف وان وقفت وسط الصف لزم ترک المقام مقامہ وکل منھما مکروہ کما فی العنایۃ وھذا یقتضی عدم الکراھۃ لو اقتدت واحدۃ فقط محاذیۃ لفقد الامرین اھ

(طحطاوی علی الدر ص ۲۴۵ ج ۱) (تبویب رجسٹر ۳۵۷/۳۸ الف)

تراویح میں نابالغ بچہ کی امامت

سوال :۔ نابالغ بچہ کلام پاک کا حافظ ہے کیا وہ مردوں کو تراویح پڑھا سکتا ہے ؟

جواب :۔ مختار اور صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ بچہ خواہ قریب البلوغ ہی کیوں نہ ہو۔ تراویح میں بالغوں کی امامت نہیں کرا سکتا اور ان کو تراویح نہیں پڑھا سکتا (ہدایہ و درمختار)

مسئلہ :۔ نابالغ کو تراویح کے لئے امام بنانا درست نہیں (کبیری) البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے ۔

(فتاوی محمودیہ بحوالہ خانیہ)

تراویح میں جماعت کا حکم

سوال :۔ تراویح جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا واجب ہے یا سنت ؟ وضاحت فرمائیں نیز تراویح کی جماعت اگر گھر میں کر لی جائے تو اس میں کیا حرج ہے ؟

جواب :۔ تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا سنت ہے مگر سنت کفایہ ہے یعنی مسجد میں اگر تراویح کی جماعت نہ ہو اور تمام اہل محلہ تراویح کی جماعت کو چھوڑ دیں تو تمام اہل محلہ گنہگار ہوں گے اور تارکین سنت بھی ، اور اگر بعضوں نے باجماعت مسجد میں اور بعض نے باجماعت گھر میں ادا کی تو ترک سنت کا گناہ تو نہ ہوگا مگر گھر میں تراویح پڑھنے والے مسجد کی فضیلت عظمیٰ اور جماعت مسجد کی فضیلت اعلیٰ سے محروم رہیں گے دوسرا قول یہ ہے کہ تراویح کی جماعت سنت کفایہ نہیں بلکہ ہر ہر شخص پر جماعت سے تراویح پڑھنا مستقل سنت ہے اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ کر چاہے مسجد ہی میں تراویح ادا کر لے پھر بھی ترک سنت کا گناہ ہوگا (شامی وکبیری)

امداد الفتاوی میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مصالح دین کے پیش نظر اسی قول ثانی پر فتوی ہونا چاہئے اس لئے پورے اہتمام کے ساتھ مسجد میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کرنی چاہئیں اور بلا ضرورت گھر میں تراویح کی جماعت کرنے سے اجتناب کریں ۔

مسئلہ :۔ اکثر اہل محلہ نے تو تراویح جماعت سے پڑھی مگر اتفاقاً ایک دو شخص نے جماعت سے نہیں پڑھی بلکہ اپنے مکان میں تنہا پڑھی تب بھی سنت ادا ہو گئی ۔ (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری ص ۳۸۳)

مسئلہ :۔ گھر پر تراویح کی جماعت کرنے سے بھی جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی لیکن مسجد میں پڑھنے کا جو ستائیس

درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ بحوالہ کبیری ص۳۸۴)

مسئلہ:- تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے (لہٰذا عشاء کی جماعت سے پہلے جائز نہیں) اور جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہیں ہوئی وہاں پر تراویح کو بھی جماعت سے پڑھنا درست نہیں (فتاویٰ محمودیہ بحوالہ کبیری ص۳۹۱)

مسئلہ:- ایک شخص تراویح پڑھ چکا امام بن کر یا مقتدی ہو کر اب اسی شب میں اس کو امام بن کر تراویح پڑھنا درست نہیں البتہ دوسری مسجد میں اگر تراویح کی جماعت ہو رہی ہو تو وہاں (بہ نیت نفل) شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے (کبیری ص۳۹۰)

مسئلہ:- ایک امام کے پیچھے فرض اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ بحوالہ کبیری)

مسئلہ:- کسی مسجد میں ایک مرتبہ تراویح کی جماعت ہو چکی تو دوسری مرتبہ اسی شب میں وہاں تراویح کی جماعت جائز نہیں لیکن تنہا تنہا پڑھنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ بحوالہ بحر)

تراویح میں داڑھی منڈے کی امامت

سوال:- بعض حفاظ ایسا کرتے ہیں کہ تمام سال داڑھی منڈواتے یا کترواتے رہتے ہیں اور ماہ رمضان سے کچھ عرصہ پہلے داڑھی چھوڑ دیتے ہیں، رمضان تک کچھ ہلکی سی داڑھی نکل آتی ہے پھر لوگ انہیں تراویح پڑھانے کے لئے امام مقرر کر لیتے ہیں اور رمضان کے بعد یہ حفاظ حسب سابق دوبارہ داڑھی منڈوا یا کتروا لیتے ہیں تو ان کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:- درج ذیل حدیث سے داڑھی کا چھوڑنا اور زیادہ کرنا اور مونچھوں کا کتروانا اور کم کرنا ثابت ہے اور داڑھی جب کہ قبضہ سے کم ہو تو اس کا منڈوانا یا کتروانا شرعاً بالکل ناجائز ہے لہٰذا جو حفاظ قبضہ سے کم داڑھی کو منڈواتے یا کترواتے ہیں وہ ارتکاب حرام کی وجہ سے فاسق ہیں (خواہ دوسری باتوں میں کتنے ہی نیک ہوں مگر ان باتوں سے یہ فسق ختم نہیں ہو سکتا) اور فاسق کے پیچھے تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام کے قریب ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ ہر مسجد کی انتظامیہ کا فرض ہے کہ اچھی طرح دیکھ بھال کر تراویح کے لئے حافظ مقرر کرے۔ اس میں قرابت داری یا باہمی تعلقات کی رعایت کر کے فاسق کو امام مقرر کرنا جائز نہیں ہے جو انتظامیہ ایسا کرے گی وہ گناہگار ہوگی اور لوگوں کی نمازیں خراب کرنے کا وبال بھی انہی پر ہوگا۔ لہٰذا تراویح کے لئے ایسا حافظ منتخب کریں جو ظاہراً بھی باشرع متقی پرہیزگار ہو۔

حدیث:- عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۳۸۰)

البتہ اگر کوئی حافظ داڑھی منڈوانے یا کتروانے کے گناہ سے سچے دل کیساتھ توبہ کر لے اور آثار و قرائن سے نیز لوگوں یا انتظامیہ کو اس کی توبہ پر اطمینان ہو تو بعد توبہ صادقہ کے اس کو تراویح میں امام بنا لینا درست ہے۔

اجرت تراویح

سوال:- (الف) اجرت دیکر تراویح پڑھوانا کیسا ہے؟ بعض حفاظ صاف صاف معاملہ کرتے ہیں بعض یوں کہہ دیتے ہیں جو آپ چاہیں دے دینا بعض کچھ نہیں کہتے مگر لینے کی نیت ہوتی ہے کسی جگہ متولی صاحب کہہ دیتے ہیں کہ اپنی خوشی سے جو چاہیں گے دیدیں گے تو اس طرح کی اجرت کی تعیین مشروطاً یا معروف طور پر شرعاً درست ہے؟

(ب) بعض جگہ رقم کے علاوہ جوڑا بھی بنا کر دیتے ہیں اور بعض مساجد میں ختم قرآن کے موقع پر یا اس سے پہلے تراویح پڑھانے والے کی امداد کرنے کے لئے لوگوں سے باقاعدہ چندہ جمع کیا جاتا ہے اور امام کو دیدیا جاتا ہے اس کے لینے کا کیا حکم ہے؟

(ج) بعض لوگ انفرادی طور پر تنہائی میں امام صاحب کی کچھ مدد کر دیتے ہیں، پہلے سے کچھ طے نہیں ہوتا نہ ملنے کی امید ہوتی ہے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز حافظ منتظمین سے اپنی آمد و رفت کا خرچہ لے سکتا ہے یا اگر دوسرے شہر میں جائے اور وہاں قیام کا خرچہ بھی لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ۔ (الف، ب) ان تمام صورتوں میں تراویح میں کلام پاک پڑھنے کی اجرت خواہ مشروط ہو یا معروف ہو جیسا کہ عام طور پر رائج ہے کہ کسی نہ کسی عنوان سے لینا دینا لازم سمجھا جاتا ہے اور حفاظ بھی ایسی جگہ کی تلاش میں ہوتے ہیں جہاں زیادہ ملنے کی امید ہو، حتیٰ کہ اگر دوسرے شہر جانا پڑے تو برداشت کرتے ہیں اور اگر کسی جگہ کچھ امید ملنے کی نہ ہو تو وہاں نہیں جاتے بلانے پر بھی عذر کر دیتے ہیں اور اگر زبان سے نہ کہیں مگر دل میں ملنے یا لینے کی نیت ہوتی ہے تو ان سب صورتوں میں ہدیہ چندہ اور اعانت کے عنوان سے جو کچھ نقدی یا جوڑا دیا جاتا ہے ان کا لینا حرام ہے، کیونکہ قرآن کریم پڑھنا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا حرام ہے بعض حضرات اس کو اذان و اقامت اور تعلیم و وعظ پر قیاس کر کے جائز کہتے ہیں مگر ان کا یہ قیاس غلط ہے کیونکہ اصل مسائل میں بھی عدم جواز ہی کا ہے مگر متاخرین فقہاء نے ضرورت شرعی کی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور تراویح میں قرآن سنانا ضروریات دین سے نہیں لہٰذا اس کی اجرت حرام رہے گی۔ (امداد الفتاوی صفحہ ۲۹۰ ج ۱۔ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی گئی ہے)

لہٰذا اگر خالص لوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا حافظ نہ ملے تو تراویح الم ترکیف سے پڑھ لیجائیں۔

(ج) اگر کسی حافظ نے خالص اللہ کی رضا کے لئے قرآن سنایا اور معروف یا مشروط طور پر کچھ نہ ٹھہرایا اور نہ لینے کا کوئی ارادہ تھا۔ پھر اتفاق سے کسی نے چپکے سے کچھ پیش کر دیا تو اس کا لینا درست ہے یہ حکم اجرت میں داخل نہیں ہے نیز حافظ کو اپنے آمد و رفت کا خرچ اور بصورت قیام، قیام کا خرچہ لینا درست ہے۔

تراویح کیلئے اُجرت پر امام مقرر کرنا

سوال: ۔ جس طرح پنجوقتہ نمازوں کے لئے امام مقرر کیا جاتا ہے، اسی طرح ماہ رمضان میں تراویح پڑھانے کیلئے کسی حافظ امام کو مقرر کرنا کیسا ہے جائز ہے یا نہ؟

جواب: ۔ چونکہ مقصود اصلی یہاں امامت نہیں ہے بلکہ تراویح میں قرآن کریم کا ختم ہے، اس لئے اس پر جو اجرت لی اور دی جائے گی وہ ختم قرآن کریم کی وجہ سے ہوگی نہ محض امامت کی وجہ سے، لہٰذا ناجائز ہوگی، اور قرآن کریم کی اجرت حلال کرنے کے لئے یہ حیلہ اختیار کرنا درست نہ ہوگا۔ (ملخص از فتاوی دار العلوم مدلل)

ہر چہار رکعت پر آرام کرنا

سوال: ۔ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنے کا کیا حکم ہے اور کتنی دیر بیٹھنا چاہیئے اور اس میں کیا کرنا چاہیئے؟ تفصیل سے بیان کیجئے۔

جواب: ۔ ہر ترویحہ یعنی چار رکعت پڑھکر اتنی ہی دیر یعنی چار رکعت کے موافق جلسہ استراحت مستحب ہے (اسی طرح پانچویں ترویحہ کے بعد وتر سے پہلے بھی جلسہ مستحب ہے لیکن اگر مقتدیوں پر اس سے گرانی ہو تو نہ بیٹھے (عالمگیری) اور اتنی دیر تک اختیار

ہے کہ تسبیح، قرآن شریف، نفلیں جو دل چاہے پڑھتا رہے اہل مکہ کا معمول طواف کرنے اور دو رکعت نفل پڑھنے کا ہے اور اہل مدینہ کا معمول چار رکعت پڑھنے کا (کبیری) ۔ اور یہ دعا بھی منقول ہے ۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَ
الْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ
سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نَسْتَغْفِرُ
اللّٰہَ نَسْأَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ (فتاوی محمودیہ بحوالہ الشامی)

دس رکعت پر جلسہ استراحت کرنا مکروہ تنزیہی ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری)

مسئلہ :۔ ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری)

ہر ترویحہ کے بعد دعا

سوال :۔ ہمارے یہاں تراویح کے ہر چہار رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرتے ہیں اور ہر جلسہ استراحت میں امام اور تمام مقتدی باآواز بلند درود اور کلمہ توحید و استغفار پڑھتے ہیں ایسے پڑھنا کیسا ہے کتب فقہ سے جواب دیں ۔

جواب :۔ حامداً و مصلیاً ۔ دعا درود آہستہ پڑھنا افضل ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ الآیۃ (فتاوی محمودیہ)

شفعہ کسے کہتے ہیں

سوال :۔ ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے تو جواب طلب امر یہ ہے کہ شفعہ کسے کہتے ہیں ۔

جواب :۔ دو رکعت کو شفعہ کہتے ہیں ۔ (فتاوی محمودیہ)

ایک سلام سے بیس تراویح پڑھنا

سوال :۔ تراویح کی کتنی رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے؟ تفصیلی جواب دیجئے ۔

جواب :۔ تراویح کی دو دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے اور چار میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے اور آٹھ رکعت بھی ایک سلام سے پڑھنا مکروہ نہیں (مگر ہر ترویحہ پر جلسہ استراحت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی) البتہ اس سے زائد خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری)

جماعت تراویح کے وقت عشاء کے فرض پڑھنا

سوال :۔ زید جب مسجد میں آیا تو دیکھا عشاء کی نماز ہوگئی ہے اور تراویح ہو رہی ہیں تو اب زید پہلے عشاء کے فرض پڑھے یا تراویح میں شریک ہوجائے ؟

جواب :۔ زید کو چاہیئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے یعنی فرض اور سنت پڑھے اور پھر تراویح میں شریک ہو اور اس دوران میں جو تراویح کی رکعات رہ جائیں انھیں وتر پڑھنے کے بعد پڑھے ۔ کیوں کہ تراویح فرض عشاء کے تابع ہیں (ہندیہ)

مسئلہ:- کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ تراویح کی جماعت شروع ہوگئی تھی تو اس کو چاہئیے کہ پہلے فرض اور سنتیں پڑھے اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح دو ترویحوں کے درمیان جلسہ کے وقت پوری کرلے اگر موقعہ نہ ملے تو وتروں کے بعد پڑھے اور وتروں یا تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھے (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری)

اکیلے عشاء کے فرض پڑھنے والے کا وتر جماعت سے پڑھنا

سوال:- زید نے عشاء کے فرض بغیر جماعت کے پڑھے اور تراویح میں امام کے ساتھ شریک ہوگیا تو اب وتر بھی جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ نیز اگر تراویح کی کچھ رکعات رہ گئی ہوں تو بھی وتر کی جماعت میں شرکت کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- زید وتر میں امام کے ساتھ شریک ہوجائے اور اگر کچھ تراویح باقی رہ گئی ہوں تو انہیں وتر پڑھنے کے بعد پڑھے (ہندیہ)

تراویح کے وقت لوگوں کا بیٹھے رہنا

سوال:- تراویح کے وقت بعض لوگ پیچھے بیٹھے رہتے ہیں یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہوجاتے ہیں اور امام جب رکوع میں جاتا ہے تو یہ لوگ کھڑے ہوکر رکوع میں شامل ہوجاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- اس طرح کرنا مکروہ اور منع ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے میں سستی کا اظہار ہے جو منافقین کے عمل کے مشابہ ہے۔ (فتاوی محمودیہ بحوالہ خانیہ)

مسئلہ:- جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اس کو چاہئیے کہ کچھ دیر سو رہے اس کے بعد تراویح پڑھے (شامی)

مسئلہ:- تراویح کو شمار کرتے رہنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اکتا جانے کی علامت ہے (خانیہ)

مسئلہ:- مستحب یہ ہے کہ شب کا اکثر حصہ تراویح میں خرچ کیا جائے (فتاوی محمودیہ بحوالہ بحر)

تراویح پورے ماہ سنت ہیں

سوال:- تراویح میں جب کلام پاک ختم ہوجاتا ہے تو بعض لوگ تراویح بھی چھوڑ دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- یہاں دو چیزیں جدا جدا سنت ہیں ایک تو تراویح میں ختم قرآن ہے جو مستقل الگ سنت ہے دوسرے تراویح یہ علیحدہ سنت مؤکدہ ہیں، تراویح رمضان کا چاند نظر آنے پر شروع ہوتی ہیں اور عید الفطر کا چاند نظر آنے پر ختم ہوتی ہیں چنانچہ اگر کلام پاک کسی جگہ ایک دن یا تین دن یا سات دن یا دس پندرہ روز میں ختم ہوجائے تو بھی بقیہ رمضان میں تراویح پڑھنی ہوں گی کیونکہ یہاں ایک سنّت ختم قرآن تو مکمل ہوگئی مگر دوسری سنت تراویح باقی ہیں، لہذا ختم قرآن کے بعد رمضان کی جتنی راتیں باقی ہوں ان میں بھی تراویح جماعت سے پڑھنی چاہئیں (ہندیہ)

رکعات تراویح میں شبہ کے مسائل

سوال:- رکعات تراویح کے بارے میں مقتدی حضرات کے درمیان اختلاف ہو بعض کہتے ہیں اٹھارہ ہوئیں اور بعض

کہتے ہیں بیس ہوئیں اور ہر فریق کو اپنی بات پر پورا یقین ہو تو اب کس کا قول معتبر ہوگا۔

جواب :- امام جس طرف ہوگا اس جماعت کا قول معتبر ہوگا۔ فان اختلفوا وکان الامام مع بعضهم رجح ادا ادعی کل فریق الیقین (کبیری ص ۳۸۷)

سوال :- امام نے دو رکعت تراویح پڑھکر جب سلام پھیرا تو مقتدیوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے ہیں دو رکعت ہوئیں بعض کہتے ہیں تین ہوئیں تو اب امام کس کی بات مانے اور اگر امام کو بھی شک ہو جائے تو کس بات پر عمل کرے۔

جواب :- اگر امام کو یقین ہے کہ دو رکعت ہوئی ہیں تب تو امام ہی کی بات معتبر ہوگی مقتدیوں کی بات کا اعتبار نہ ہوگا لیکن اگر خود امام کو شک ہو جائے تو مقتدیوں کی بات پر عمل کیا جائے گا لیکن اگر مقتدیوں میں بھی آپس میں اختلاف ہے تو اس صورت میں مقتدیوں میں سے جو لوگ امام کے نزدیک سچے اور قابل اعتبار ہیں ان کی بات مانی جائے گی (قاضی خان ص ۲۳۹ ج ۱ - کبیری ص ۳۸۷)

سوال :- تراویح کی رکعت میں امام کو شک ہو گیا کہ اٹھارہ ہوئی ہیں یا بیس؟ اور مقتدیوں میں بھی اختلاف ہے اور امام کو مقتدیوں میں سے کسی کی بات پر یقین بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں امام کیا کرے۔

جواب :- جب یہ صورت پیش آئے تو سمجھا جائے گا کہ گویا سب لوگ شک میں مبتلا ہیں جس کا حکم یہ ہے کہ بجائے جماعت کے سب لوگ فرداً فرداً دو رکعت تراویح پڑھیں جس میں انہیں شک ہوا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ بحوالہ قاضی خان ص ۲۳۹، ج ۱ (کبیری ص ۳۸۷)

مسئلہ :- اگر اٹھارہ رکعت پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہو گئیں اور وتروں کی نیت باندھ لی مگر دو رکعت پڑھکر یاد آیا کہ ایک شفعہ تراویح کا باقی رہ گیا ہے۔ جب ہی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ شفعہ تراویح کا شمار نہ ہوگا (فتاویٰ محمودیہ بحوالہ الخانیہ)

مسئلہ :- اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا ایک شفعہ مثلاً رہ گیا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ :- اگر بعد میں یاد آیا کہ ایک مرتبہ صرف ایک ہی رکعت پڑھی گئی اور شفعہ پورا نہیں ہوا اور کل تراویح انیس ہوتی ہیں تو دو رکعت اور پڑھ لی جائیں یعنی صرف شفعہ فاسدہ کا اعادہ ہوگا اور اس کے بعد کی تمام تراویح کا اعادہ نہ ہوگا۔

(فتاویٰ محمودیہ بحوالہ کبیری)

مسئلہ :- جب شفعہ فاسدہ کا اعادہ کیا جائے تو اس میں جس قدر قرآن شریف پڑھا تھا اس کا بھی اعادہ کرنا چاہیئے تاکہ تمام قرآن شریف صحیح نماز میں ختم ہو (فتاویٰ محمودیہ بحوالہ خانیہ)

مسئلہ :- ایک شخص تراویح سمجھ کر نماز میں شریک ہوا پھر معلوم ہوا کہ امام وتر پڑھ رہا ہے تو اس کو چاہیئے کہ امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت بھی اپنی رکعت میں ملا لے لیکن اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا اور چوتھی رکعت نہیں ملائی تب بھی اس کے ذمہ اس کی قضا نہیں (فتاویٰ محمودیہ)

تراویح میں رکعت یا قعدہ بھولنا

سوال :- تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب :- تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس آ کر

بیٹھ جائے اور باقاعدہ سجدہ کر کے نماز پوری کرے اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کر سہو کر سلام پھیر دے مگر ان چار رکعت کو صرف دو رکعت شمار کیا جائے یعنی دو رکعت تراویح ہوں گی اور دو رکعت نفل۔ (ہندیہ)

مسئلہ:۔ اگر امام نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا بلکہ چار پڑھ کر قعدہ کیا تو یہ اخیر کی دو رکعت شمار ہوں گی (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری)

سوال:۔ امام یا منفرد نے تراویح کی تین رکعت پڑھکر سلام پھیر دیا تو اب اس دو رکعت تراویح ٹھیک ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر امام یا منفرد دوسری رکعت پر بیٹھ گئے تھے تب تو دو رکعت تراویح صحیح ہو گئیں لیکن چونکہ نفل کی ایک رکعت ملا چکا تھا لہذا چوتھی رکعت بھی ملانی چاہیے تھی مگر جب کہ درمیان میں سلام پھیر دیا تو اب دو رکعت نفل کی قضاء پڑھنا واجب ہوگی اور اگر دوسری رکعت کا قعدہ بالکل کیا ہی نہیں بلکہ بھول کر تیسری رکعت میں دو رکعت سمجھ کر سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگئی اب دو رکعت تراویح دوبارہ پڑھنی پڑیں گی (خانیہ)

تراویح میں بھول کر بتانے کا طریقہ

سوال:۔ اگر تراویح میں امام بھول کر تیسری رکعت پر کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو کن الفاظ کے ذریعے امام کو اس کا سہو یاد دلانا چاہیئے۔

جواب:۔ تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے مقتدیوں کو لفظ "سبحان اللہ" کہنا چاہیئے تاکہ امام واپس قعدہ میں بیٹھ جائے (فتاوی محمودیہ بحوالہ ہندیہ ص ۸۷ ج ۱۰)

مسئلہ:۔ تراویح میں امام کو قرات وغیرہ میں بھول بتلانے کے لئے نابالغ حافظ کو مقرر کرنا جائز ہے اور یہ نابالغ حافظ جب امام کے ساتھ نماز میں ہو اور امام کو لقمہ دے تو جائز ہے اس سے نماز نہیں فاسد نہیں ہوتی (طحطاوی علی مراقی بتصرف)

مسئلہ:۔ اور نیز مردوں کی صفِ اول میں امام کے پیچھے نابالغ حافظ کو غلطی بتلانے کی غرض سے کھڑا کرنا بھی جائز ہے۔ (احسن الفتاوی بتصرف)

بلا عذر تراویح بیٹھکر پڑھنا

مسئلہ:۔ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے تراویح ادا ہو جائے گی مگر ثواب نصف ملے گا (فتوی محمودیہ بحوالہ ہندیہ)

مسئلہ:۔ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھکر تراویح پڑھائے تب بھی مقتدیوں کو کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ خانیہ)

جماعت تراویح میں شرکت کے مسائل

مسئلہ:۔ کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قرأۃ شروع کر چکا تھا تو اب اس کو سبحانک اللھم نہیں پڑھنا چاہیئے (فتاوی محمودیہ بحوالہ کبیری)

مسئلہ:۔ اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا امام سے کچھ پہلے بھول کر سلام پھیر دیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں اور اگر امام کے لفظ السلام کہنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

مسئلہ:۔ مسبوق اپنی نماز تنہا پوری کرنے کے لئے نہ اٹھے جب تک کہ امام کی نماز ختم ہونے کا یقین نہ ہو جائے (محیط)

کیونکہ بعض دفعہ امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرتا ہے اور مسبوق اس کو ختم کا سلام سمجھ کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں فوراً لوٹ کر امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہیئے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا یہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہوا اور جب ہی امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا پس اگر سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں گیا تھا اور رکوع میں جھکنے سے پہلے پہلے اللہ اکبر کہہ چکا تھا اور کمر کو رکوع میں برابر کر لیا تھا اس کے بعد امام نے رکوع سے سر اٹھایا ہے تب تو رکعت مل گئی یہ تسبیح اگرچہ ایک مرتبہ بھی نہ کہی ہو اور اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں کمر کو برابر نہیں کر سکا تو رکعت نہیں ملی اور اگر تکبیر سیدھے کھڑے ہو کر نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی اور رکوع میں پہنچ کر ختم کی ہے تو یہ شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا (فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص رکوع میں آکر شریک ہوا مگر رکوع اس کو نہیں ملا تب بھی سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا اس پر واجب ہے۔ لیکن اگر سجدہ میں شریک نہ ہوا بلکہ سجدہ کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا۔ تب بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (فتاوی محمودیہ بحوالہ بحر)

مسئلہ:۔ اگر قیام میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا مگر رکوع امام کے ساتھ نہیں کیا بلکہ امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رکوع کیا تب بھی رکعت مل گئی (فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط بتصرف)

مسئلہ:۔ اگر رکوع میں امام کے ساتھ آکر شریک ہوا اور صرف ایک ہی تکبیر کہی تب بھی نماز صحیح ہو گئی۔ اگرچہ اس تکبیر سے رکوع کی تکبیر کی نیت کی ہو اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کی ہو اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا (فتح القدیر) بشرطیکہ تکبیر کھڑے ہو کر کہی ہو رکوع میں نہ کہی ہو۔

مسئلہ:۔ امام جب تشہد کیلئے بیٹھا تو ایک مقتدی سو گیا امام نے سلام پھیر کر دوسرا شفعہ پڑھا اور جب تشہد کے لئے بیٹھا تب یہ سونے والا جاگا پس اگر اس کو معلوم ہے کہ یہ دوسرا شفعہ ہے تو سلام پھیر کے دوسرے میں شریک ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر مسبوق کی طرح دو رکعت پڑھے پھر امام کے ساتھ تیسرے شفعہ میں شریک ہو (فتاوی محمودیہ بحوالہ ہندیہ)

تین مسئلے

مسئلہ:۔ تراویح میں ایک مرتبہ کسی سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بھی زور سے تمام قرآن شریف کی طرح پڑھنا چاہیئے۔ آہستہ پڑھنے سے امام کا تو قرآن شریف پورا ہو جائے گا مگر مقتدیوں کا پورا نہ ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ)

مسئلہ۔ اگر کوئی آیت چھوٹ گئی اور کچھ حصہ آگے (احکام البسملہ) پڑھ کر یاد آیا کہ فلاں آیت چھوٹ گئی ہے تو اس کے پڑھنے کے بعد آگے پڑھے ہوئے حصہ کا اعادہ بھی مستحب ہے (فتاوی محمودیہ بحوالہ ہندیہ ص۱۱)

مسئلہ:۔ کسی چھوٹی سورت کا فصل کرنا دو رکعت کے درمیان فرائض میں مکروہ ہے تراویح میں مکروہ نہیں (فتاوی محمودیہ بحوالہ بحر)

تراویح کی قضا نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر تراویح کسی وجہ سے فوت ہو جائیں اور رات گزر جائے تو دن میں یا کسی اور وقت ان کی قضا نہیں نہ جماعت کے ساتھ نہ بغیر جماعت کے اگر کسی نے قضا کی تو تراویح نہ ہوں گی بلکہ نفلیں ہوں گی (فتاوی محمودیہ بحوالہ بحر)

کیونکہ قضا فرائض اور واجبات یا فجر کی سنتوں کی ہوتی ہے فقط (در مختار و ہندیہ)

تراویح میں سجدۂ تلاوت کے احکام

مسئلہ:۔ آیت سجدہ کے بعد فوراً ہی سجدہ کرنا افضل ہے لیکن اگر نماز میں آیت سجدہ کے بعد سجدہ نہ کیا بلکہ رکوع کیا اور اس میں اس سجدہ کی نیت کرلی تب بھی سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو اس کے بعد سجدہ نماز سے بلا نیت بھی ادا ہو جائے گا یہ جب ہے کہ آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو، اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو تو اب اس سجدہ کا وقت جاتا رہا نہ نماز میں ادا ہو سکتا ہے نہ خارج نماز تو استغفار کرنا چاہیئے (محیط)
(فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

مسئلہ:۔ اگر آیت سجدہ جو کہ سورۃ کے ختم پر ہے پڑھ کر سجدہ کیا تو اب سجدہ سے اٹھ کر فوراً رکوع نہ کیا جائے (اس خیال سے کہ سورہ تو ختم ہو ہی گئی) بلکہ تین آیت کی مقدار پڑھ کر رکوع کرنا چاہیئے (فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

مسئلہ:۔ آیت سجدہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے (محیط، فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

مسئلہ:۔ سورۂ حج میں پہلا سجدہ واجب ہے دوسرا نہیں (فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

مسئلہ:۔ اگر خارج نماز آیت سجدہ کی تلاوت کی مگر سجدہ نہیں کیا نماز میں وہی آیت پڑھی اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں دفعہ کی تلاوت کے لئے کافی ہے۔ اگر پہلے سجدہ کر لیا تھا تو اب دوبارہ بھی سجدہ کرنا چاہیئے (فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

مسئلہ:۔ اگر امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور کوئی شخص آیت سجدہ سن کر امام کے ساتھ اس سجدہ کے بعد اسی رکعت میں شریک ہو گیا تو اس کے ذمہ سے یہ سجدہ ساقط ہو گیا اگر اس رکعت میں شریک نہیں ہوا تو اس کو خارج صلوٰۃ علیحدہ سجدہ کرنا چاہیئے (فتاوی محمودیہ بحوالہ محیط)

غلطی کے بعد توبہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا "ہر ابنِ آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں"

مطلب یہ کہ خطا تو ہر آدمی سے ہو ہی جاتی ہے ۔ انسان خطا کا پُتلا ہے لیکن خطا پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے ، اس لئے فرمایا کہ سب سے بہتر خطا کار وہ ہیں جو بکثرت توبہ کرنے والے ہوں ، راز اس کا یہ ہے کہ توبہ و انابت الی اللہ عبدیت کا اعلیٰ مقام ہے ، پس جب بندہ خطا و گناہ کے بعد توبہ و استغفار کرتا ہے اور اُسے رجوع الی اللہ کی توفیق ہو جاتی ہے تو اس کی برکت سے حق تعالیٰ جل شانہٗ نہ صرف اس کا گناہ معاف فرما دیتے ہیں بلکہ اس پر مزید لطف و انعام بھی فرماتے ہیں ۔

دستکاری، صنعت و حرفت اور محنت و مزدوری کی فضیلت

حضرت رافع بن خدیج رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت کون سی کمائی زیادہ پاک اور اچھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا، اور ہر تجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو۔ (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ سب سے اچھی کمائی تو وہ ہے جو خود اپنے دست و بازو اور اپنی محنت سے ہو، اور اس تجارت کی کمائی بھی پاکیزہ ہے جو شریعت کے احکام کیمطابق اور دیانت داری کے ساتھ ہو۔

ضبط و تحریر :- محمد قاسم متعلم دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب قول اللہ تعالیٰ :- ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ - وان اعمال بنی آدم و قولھم توزن - وقال مجاھد - القسطاس :- العدل بالرومیۃ ویقال : القسط مصدر المقسط وھو العادل، وأما القاسط فھو الجائر -

حدثنا احمد بن اشکاب، قال :- حدثنا محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع، عن ابی زرعۃ، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، قال :- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : کلمتان حبیبتان الی الرحمن، خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم -

آپ پہلے سے پڑھتے چلے آرہے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التوحید میں فرق باطلہ کی تردید میں ابواب قائم کئے ہیں۔ یہ آخری باب ہے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ باب بھی فرقِ باطلہ کی تردید میں قائم کیا ہے، اس لئے کہ معتزلہ حشر ونشر کی بہت سی چیزوں کا انکار کرتے ہیں، اور انہیں تاویل کر لیتے ہیں۔ یہ جو باب لکھے ہیں "میزانِ عدل" کے اس میں بھی انہوں نے تاویل کی ہے اور میزان کے سلسلہ میں انہوں نے یہ فرمایا کہ اس سے مراد عدل اور انصاف ہے ـــــــــــ جبکہ تمام اہل سنت

"میزان" کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں اور اس سے مراد وہ "میزان" ہے جو یوم قیامت میں قائم کی جائیگی، جس میں اعمال کا وزن ہوگا، خواہ وہ اعمالِ جوارح ہوں یا اعمالِ قلب' ان سب کا وزن اسمیں ہوگا اور اس سلسلہ میں قرآن کریم کی نصوص اور احادیث مبارکہ بھی وارد ہوئی ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ صاحبِ شرح عقائد نے بھی اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے اور یہ فرمایا کہ " والوزن حق والمیزان عبارۃ عما یعرف بہ مقادیر الاعمال " اور یہ اہلسنت کا مسلک ہے، میزانِ عدل کے سلسلہ میں ابھی بعد میں کچھ عرض کروں گا۔

یہاں فی الحال اتنا ہی سمجھیں کہ امام بخاری نے معتزلہ کی تردید میں یہ باب قائم کیا ہے اور آیت قرآنی سے استدلال کیا کہ " ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ ۔ یعنی ہم قیامت کے دن میزانِ عدل قائم کریں گے اور نصب کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی خبر دیدی کہ میزانِ عدل قیامت کے روز قائم کی جائے گی ۔ اب ظاہر بات یہ ہے کہ صرف دیکھنے کے لئے اور نمائش کے لئے تو قائم نہیں کی جائیگی اس کو کسی مقصد کیلئے قائم کیا جائے گا اور وہ ہے اعمال و اقوال کا وزن (جس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب عرض کرنے والا ہوں) اس سے امام بخاریؒ نے معتزلہ کی تردید کردی اور یہ تردید درحقیقت امام احمد رحمۃ اللہ کا مذہب ہے، انہوں نے یہ فرمایا کہ یہ معتزلہ "میزان" کا انکار کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں " ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ " آیا ہے تو گویا امام احمد رحمۃ اللہ نے جو استدلال کیا تھا اسی کو امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنایا ہے اور یہی اہلسنت کا مسلک ہے۔

یہ "میزانِ عدل" جو قیامت کے روز قائم کی جائیگی اس کے بارے میں تمام روایات اور تمام نصوص کا خلاصہ میں آپ کے سامنے عرض کئے دیتا ہوں ۔ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ میزانِ عدل ایک جسم محسوس ہوگی یہ ترازو ایسی ہوگی کہ جو محسوس ہوگی ۔ لوگ دیکھیں گے اور اس قدر عظیم ہوگی کہ اگر اس کے ایک پلڑہ میں تمام زمین و آسمان رکھ دیئے جائیں تب بھی سما جائینگے یہ جنت اور دوزخ کے درمیان قائم کی جائیگی، یوم قیامت میں اس کا داہنا پلڑا جس کو حدیث شریف میں " الکفۃ النیرۃ " نورانی پلڑا کہا گیا ہے ۔ جنت کی جانب ہوگا اور اس کا دوسرا پلڑا جہنم کی جانب ہوگا ۔ تو جہنم اور جنت کے درمیان اس کو قائم کیا جائے گا، حدیث شریف میں آتا ہے جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس ترازو میں ایک کانٹا اور سوئی بھی ہوگی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے (اور یہ روایت مرفوع ہے) کہ اس ترازو کی دیکھ بھال کرنے والے حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام ہوں گے تو اس طریقہ سے یہ ترازو قائم کی جائے گی میزانِ حشر میں، اور اس میں وزن کس کس چیز کا ہوگا ؟ وہ بحث آگے آنے والی ہے ۔

اس وقت تو اتنا ہی مقصود ہے کہ اس آیت قرآنی نے اس بات کو ثابت کردیا کہ "میزانِ عدل" اور ترازو کا یوم قیامت میں قائم کیا جانا اس میں اعمال کا وزن کیا جانا حق ہے، میں لفظ "قسط" اور "موازین" کی تفصیل کو چھوڑ رہا ہوں ۔ کیونکہ وقت بہت کم ہے ۔ لیکن مختصراً اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ موازین میں حضرات مفسرین کے دو قول ہیں وہ یہ کہ یہ موزون کی جمع ہے یا میزان کی جمع ہے اگر موزون کی جمع ہو تو اس کا مطلب ہوگا " اعمال " جن کا وزن کیا جائے گا اور اگر یہ میزان کی جمع ہو تو میزان کے معنی ترازو کے ہیں - دونوں ہی قول ذکر کئے گئے ہیں، پھر یہ کہ اگر موزون کی جمع اس کو بنالیا جائے تب تو موازین کا جمع ہونا کوئی اشکال کی بات نہیں، کیونکہ اعمال کثیر ہوتے ہیں، اور اگر میزان کی جمع اس کو قرار دیا جائے تو پھر حضرات علماء کا اختلاف ہوا کیونکہ یہاں پر موازین کا لفظ آیا ہے جو جمع ہے اس کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ایک

میزان اور ایک ترازو نہیں ہو گی، بلکہ بہت سی ترازوئیں ہوں گی، چنانچہ بعض علماء نے یہی فرمایا اور امام رازی رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی اور یہ فرمایا کہ آیت اپنے ظاہر کے اعتبار سے تعددِ موازین پر دلالت کر رہی ہے اور اس کے اندر کوئی استحالہ بھی نہیں، اس لئے اگر یہاں پر متعدد ترازوئیں تسلیم کر لی جائیں تو اچھا ہو گا۔ مثلاً انہوں نے فرمایا کہ اعمالِ جوارح کیلئے ایک ترازو اعمالِ قلب کے لئے ایک ترازو، اور زبان سے متعلق جو کلام اور قول ہے اس کے لئے ایک ترازو، تین ترازوئیں تو یہی ہو گئیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اشخاص کے اعتبار سے یہاں پر تعدد آیا۔ یعنی ہر شخص کے اعمال کو وزن کرنے کے لئے الگ الگ ترازو ہو۔ یہ بحث تو بہر حال علمی بحث ہے پہلے بھی میں کہتا رہا ہوں اور آج بھی عرض کرتا ہوں کہ وہ ایک ترازو ہو یا دو ہوں یا چند ہوں اعمال کا وزن ضرور ہونا ہے۔ بس اس وزن کی تیاری کرنی چاہیے کوئی بھی اس سے بچ کر جانے والا نہیں صرف بعض ایسے مخصوص حضرات ہوں گے جن کا وزنِ اعمال نہ ہو گا جیسا کہ ابھی عرض کرنے والا ہوں، لیکن ہم اور آپ وزنِ اعمال میں آئیں گے۔ اس کا کچھ فکر ہونا چاہیے اور کچھ تیاری ہونی چاہیے۔

اسی طریقے سے " قسط "۔ اگرچہ مصدر ہے لیکن بمعنی اسم فاعل بھی آتا ہے یعنی العادلة ۔ ونضع الموازین العادلات یا مضاف محذوف مان لیجئے " ذوات القسط " ذوات العدل ۔ جس کو میں میزانِ عدل کہہ رہا ہوں وہ اسی عبارت سے ثابت ہو رہی ہے۔

آگے فرمایا " وأن اعمال بنی آدم وقولهم توزن " یعنی انسانوں کے اعمال اور ان کے اقوال کا وزن کیا جائیگا پہلی بحث اس میں علمی انداز میں یہ ہے کہ کیا اعمال کا وزن ہو گا؟ یا اعمال ناموں کا وزن ہو گا؟ یا اس شخص کا وزن ہو گا۔ جس نے عمل کیا؟ یہ تینوں ہی قول ہیں، لیکن یہ آخری قول جو انسان کے وزن کرنے کے سلسلہ میں ہے، اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے پہلے دو قول کہ اعمال کا وزن ہو گا یا صحائف اور اعمال ناموں کا وزن ہو گا ان کو اختیار کیا ہے۔ تمام علماء نے، پھر ان میں آپس میں اختلاف ہو گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا مسلک بتا دیا " وأن اعمال بنی آدم وقولهم توزن " یہ امام بخاری کا اپنا مسلک ہو گیا۔ ان کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اعمال کا وزن ہو گا صحائف کا اعمال ناموں کا نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ان اعمال کو قیامت کے روز جسد اور جسم حاصل ہو جائے گا۔ اور پھر اس جسم کا وزن ہو گا۔ یہاں پر تو ہمارے اعمال نظر نہیں آتے، اس لئے اعراض ہیں لیکن میدانِ قیامت میں جا کر یہ جسد بن جائیگے اور جوہر بن جائیں گے۔ اور ان ہی کا وزن ہو گا۔ اسی طریقے سے قول اگرچہ ہمیں نظر نہیں آتے۔ محسوس نہیں ہوتے، لیکن وہاں یہ محسوس ہوں گے، نظر آئیں گے، جسم اختیار کر لیں گے۔ اور ان کا وزن ہو گا اگر اعمال حسنہ ہیں تو وہ اچھی صورت میں آئیں گے۔ اور اعمال قبیحہ ہیں تو وہ صورت قبیحہ میں آئیں گے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور اسی کو امام بخاری نے یہاں پر اختیار بھی کیا ہے۔ جبکہ عام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اعمال ناموں کا اور صحائف کا وزن ہو گا اور اعمال کا وزن نہیں ہو گا اور انہوں نے حدیث بطاقہ سے استدلال کیا ہے، لیکن ان دونوں قولوں میں کوئی تعارض نہیں، اسلئے کہ بہت ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے حق میں اعمال کا وزن ہو اور بعض کے حق میں صحائف کا وزن ہو اور بعض کے حق میں بہت ممکن ہے کہ ان کی ذات اور جسم کا وزن ہو۔ لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کی یہ عبارت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ وزنِ اعمال ہر انسان کا ہو گا ہر مکلف کا ہو گا جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور ملائکہ بھی وزنِ اعمال سے نہیں بچیں گے اور نہ جنات اور انسان بچیں گے۔ لیکن دوسری روایات کی

وجہ سے حضرات محدثین نے یہ فرمایا ہے کہ دو طبقے ایسے ہیں کہ ان کے اعمال کا وزن نہ ہوگا۔ پہلا طبقہ جن کے اعمال کا وزن نہ ہوگا وہ مومنین متقی ہوں گے جن کے ذمہ گناہ کبیرہ نہیں ہوں گے، ان کے اعمال کا وزن نہ ہوگا اور وہ بغیر حساب اور بغیر وزن کے جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آپ نے پڑھا ہے کہ ستر ہزار مومنین بغیر حساب کتاب جنت میں جائیں گے۔ دوسرا طبقہ جس کا حساب نہ ہوگا وہ ایسے کافر ہوں گے کہ جن کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ ان کے بھی اعمال کا وزن نہ ہوگا ان کو سیدھا جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا ان کے علاوہ باقی ماندہ لوگوں کے اعمال کا وزن ہوگا۔

اعمال کے وزن کے اعتبار سے جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے تین طبقے ہوں گے پہلا طبقہ متقین کا، جن کے صغائر تو ہیں کبائر نہیں، دوسرا طبقہ ملے جلے اعمال رکھنے والوں کا ہوگا گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی سیئات بھی ہیں، حسنات بھی ہیں اور تیسرا طبقہ ہے ان کافروں کا کہ جن کی کچھ نیکیاں ہیں اگر چہ وہ مقبول نہیں۔ پہلا طبقہ جو متقین کا ہے ان کی تمام نیکیاں ایک پلڑے میں رکھی جائیں گی اور ان کے صغائر جو ہونگے وہ دوسرے پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ ان کی نیکیاں جیسے ہی داہنی جانب کے پلڑے میں رکھی جائیں گی۔ دوسرا پلڑا ایک دم سے ایسے اوپر اٹھ جائیگا جیسے خالی پلڑا ہوتا ہے اور اس کو جنت میں بھیج دیا جائیگا۔ دوسرا طبقہ کافروں کا ہوگا۔ ان کا کفر۔ ایک پلڑے میں اور نیکیاں دوسرے پلڑے میں رکھی جائیگی لیکن کفر اتنا وزنی ہوگا کہ کوئی نیکی کام نہ آئے گی لہٰذا ان کو جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ تیسرا طبقہ جو ملے جلے اعمال والوں کا ہوگا ان کے بارے میں یہ ہے کہ حسنات ایک پلہ میں، سیئات دوسرے پلہ میں رکھی جائیں گی اور اگر حسنات کا پلہ رتی برابر بھاری ہوگیا تو اسے جنت میں بھیج دیا جائیگا اور اگر سیئات کا پلہ رتی برابر بھی بھاری ہوگیا تو اسکے لئے جہنم ہے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے اور درگذر فرمائے اور اگر دونوں برابر رہے تو وہ اصحٰب اعراف میں سے ہے جن کا ذکر آپ قرآن کریم میں پڑھ چکے ہیں۔

لیکن یہ اس وقت ہے جب اس نے صرف حقوق اللہ ضائع کئے ہوں اور اگر حقوق العباد کو بھی ضائع کیا ہے اور اسی میں ہم سب سے زیادہ مبتلا ہیں تو اس کا حکم جو روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر حسنات کثیرہ بھی اس کے پاس ہوں گی، یعنی نیکیوں کا انبار، نیکیوں کے پہاڑ بھی اس کے پاس ہوں گے تو مظلوم کو اس کی نیکیاں دلوائی جائیں گی حتیٰ کہ وہ خالی ہاتھ رہ جائے گا، صاحب الاشباہ والنظائر نے لکھا ہے کہ ایک درہم کے عوض میں نہیں بلکہ صرف ایک دانق کے عوض میں سات سو مقبول نمازیں دی جائیں گی اور دانق نام ہے سدس درہم کا، درہم کا چھٹا حصہ آجکل کے پانچ پائی کی برابر۔ کیا معلوم ہے کہ ہماری کتنی نمازیں مقبول ہیں کتنی غیر مقبول، سات سو کس کے پاس ہیں؟ اور اگر ہوں تو ایک پانچ پائی کے عوض میں، ایک دانق کے عوض میں سات نمازیں جا رہی ہیں، بتائیے یہ کیسا سودا ہے؟ میرے عزیزو! حقوق اللہ کا معاملہ پھر بھی آسان ہے اصل معاملہ حقوق العباد کا ہے اس کا بڑا اہتمام کرو، ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں جس قدر اہتمام حقوق العباد کا ہے اور جس قدر اس پر زور دیا جاتا ہے اور توجہ دی جاتی ہے وہ اسی لئے دی جاتی ہے کہ اس کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ آپ کا جی چاہے دیکھ لینا۔ (الاشباہ والنظائر) میں یہ موجود ہے۔ اس سے زیادہ خسارے کی بات اور کیا ہوگی کہ عمر بھر محنت کریں عمر بھر نیکیاں جمع کریں، نفس کے خلاف کر کے مخلوق کو ناراض کر کے اہل وعیال کے عتاب میں رہ کر والدین کی ناراضی میں رہ کر نیکیاں جمع کریں اور سدس درہم اور ایک دانق کے عوض میں سب نیکیاں چلی جائیں۔ اس سے بڑی محرومی کوئی نہیں، اس لئے حقوق العباد کا زیادہ اہتمام کرو اور حقوق العباد جس طرح سے مالی ہیں اسی طرح لسانی بھی ہیں۔ اور دوسرے انداز سے بھی ہوتے ہیں حقوق العباد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اجانب کے حقوق کا خیال کریں حقوق العباد میں اپنے

والدین بھی آتے ہیں، بیوی بچے بھی آتے ہیں، رشتہ دار بھی آتے ہیں دوست احباب سب آتے ہیں، شاید میں نے کسی وقت آپ لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا۔ جو میں بار بار کہتا رہتا ہوں کہ اس وقت کو یاد کرو جب یوم حشر میں اعلان ہوگا اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہ اگر کسی کا کسی پر کوئی حق ہے تو آئے اور وصول کرلے تو اس وقت یہ کیفیت ہوگی کہ ماں اپنی اولاد کو دیکھ کر بھاگے گی کہ کہیں یہ ہم سے کسی حق کا مطالبہ نہ کردیں، باپ اپنے بیٹوں کو دیکھ کر بھاگے گا اور اولاد اپنے ماں باپ کو دیکھ کر بھاگے گی۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ بڑا نازک معاملہ ہے تو اگر کوئی شخص نیکیوں کے پہاڑ کے پہاڑ لیکر آیا ہے لیکن حقوق العباد اس کے ذمہ ہیں تو وہ نیکیاں مظلوم کو دلوائی جائیں گی اگر کچھ قسمت سے باقی بچ گئیں تو پھر اس کے کام آئیں گی ورنہ بظاہر باقی نہیں بچے گی میں نے جو حساب آپ کو بتایا ہے ایک دانق اور سات سو نمازیں، اس حساب سے تو کچھ بھی باقی نہیں بچا اور اگر نیکیاں نہیں رہینگی تو اس کے پاس تو مظلوم کے گناہوں کو اس کے اوپر لاد دیا جائے گا وہاں پر تو انصاف اور عدل ہے مظلوم کے گناہوں کو اس پر لاد دیا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائیگا، عمر بھر محنت کی اور حاصل ہوئی جہنم، اس سے بڑی محرومی اور کوئی نہیں تو یہ حکم جو میں نے بتایا میزان عدل اور وزن اعمال کا یہ حقوق اللہ کے ضائع ہونے پر بتایا ہے حقوق العباد کے اندر معاملہ بڑا سنگین ہے جو میں نے ابھی آپ کو تھوڑا سا بتا دیا ہے بس میں اسی پر اکتفا کروں گا۔

آگے فرمایا وقال مجاهد القسطاس:- العدل بالرومية۔ قسطاس کا لفظ قرآن کریم میں سورۂ بنی اسرائیل اور سورہ شعراء میں آیا ہے اس کے معنی امام بخاری بیان فرمائے ہیں کہ قسطاس کہا جاتا ہے ترازو کو۔ لیکن مطلقاً ترازو کو نہیں، امام مجاہد رحمۃ اللہ نے اس سلسلہ میں جو فرمایا ہے وہ زیادہ واضح معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ " القسطاس أعدل الموازين " سب سے بہترین اور سب سے اعلیٰ قسم کی میزان کو قسطاس کہا جاتا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ رومی زبان کا لفظ ہے میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ رومی زبان کا لفظ کس طرح آگیا؟

ويقال القسط مصدر المقسط اب امام بخاریؒ جب قرآن کریم کے الفاظِ غریبہ پر آتے ہیں تو بڑی تشریح فرماتے ہیں۔ چنانچہ لفظ قسط کی تشریح میں فرمایا کہ مصدر المقسط یہ مقسط کا مصدر ہے۔ یعنی حذفِ زوائد کے ساتھ یہ مقسط کا مصدر ہے۔ وهو العادل یعنی مقسط کے معنی عادل کے ہیں واما القاسط فهو الجائر اور قاسط کے معنی ہیں ظلم کرنے والا خلاصہ یہ ہے ان کے فرمانے کا کہ لفظ قسط یا تو یہ اضداد میں سے ہے جیسا کہ بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی عدل کے بھی ہیں، جور کے بھی ہیں یا پھر لفظ قسط کے معنی ثلاثی میں ظلم کے آتے ہیں اور باب افعال میں ہمزہ ہوگیا سلب کے لئے تو معنی آگئے عدل کے،۔

لیکن امام راغبؒ نے اس کے بارے میں جو فرمایا ہے وہ راجح معلوم ہوتا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ قسط کے معنی آتے ہیں نصیب اور حصہ کے ثلاثی میں آئے تو اس وقت مطلب یہ ہوتا ہے اخذ نصیب غیرہ قسط غیرہ کہ دوسرے کا حصہ لے لیا اور یہ ظلم ہے اور باب افعال میں لے جائیں تو معنی آتے ہیں أعطی غیرہ قسطہ کہ اس کے دوسرے کو اس کا حصہ دیدیا اور یہ انصاف ہے اسلئے اصلی معنی تو اس کے نصیب اور قسط ہی کے ہیں اور ثلاثی مجرد میں اس کے معنی جور کے ہیں اور باب افعال میں اس کے معنی عدل کے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں

ان اللہ یحب المقسطین جو آیا ہے وہ عادل کے معنی میں آیا ہے اور واما القاسطون فکانوا لجہنم
حطبا ۔ یہ ظالم کے معنی میں آیا ہے
اور اس موقع پر بعض شارح نے عجیب بات لکھی ہے کہ حجاج ابن یوسف ثقفی نے اپنے دربار میں حضرت سعید
بن جبیر رحمۃ اللہ کو بلایا اور کہا کہ "ما تقول فی" میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟ انہوں نے جواب دیا انت قاسط
عادل لوگ بڑے خوش ہوئے کہ بڑا اچھا جواب دیا ۔ حجاج بڑا زیرک اور بہت ذہین تھا کہنے لگا تم لوگ خوش ہو رہے
ہو ۔ اس نے مجھے کافر اور ظالم کہا ہے وہ اس طریقہ پر کہ اس نے قاسط کہا اور قرآن کریم میں ہے کہ واما القاسطون
فکانوا لجہنم حطبا ۔ اور اس نے عادل کہا اس میں انہوں نے اشارہ کیا ہے ثم الذین کفروا بربھم یعدلون اس
آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ کافروں کے حق میں ہے بہرحال مطلب یہ تھا کہ قاسط کے معنی جائر کے بھی آتے
ہیں ۔
پھر امام بخاری رحمۃ اللہ نے یہ حدیث ذکر فرمائی اپنے استاد امام احمد بن اشکاب کے واسطہ سے اور یہ روایت
پوری بخاری شریف میں تین جگہ آئی ہے جیسا کہ آپ پڑھ کرتے ہیں کتاب الأیمان والنذور میں یہ روایت آئی ہے
لیکن قتیبہ بن سعید کے حوالہ سے یہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ کے استاد ہیں ۔ کتاب الدعوات میں یہ روایت آئی
ہے لیکن زہیر بن حرب کے حوالہ سے وہ بھی استاد ہیں ان کے گویا امام بخاری نے اپنے تین استادوں سے یہ روایت
ذکر فرمائی اس کے بعد محمد بن حذیفہ کے حوالہ سے یہاں ذکر کی ہے ۔ لیکن آخر تک یہ روایت غریب ہے ۔ عجیب بات ہے
کہ امام بخاری نے ابتدا فرمائی انما الاعمال بالنیات کی روایت سے تو وہ بھی غریب اور انتہا فرمائی اس روایت پر تو یہ
بھی غریب ! اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ امام بخاری نے کیا نکتہ اس میں ملحوظ رکھا ہے ۔
بہرحال یہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان
علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔
خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو بڑے محبوب ہیں اور زبان پر بڑے ہلکے اور آسان ہیں
لیکن میزان میں بڑے بھاری ان کے اندر بڑا ثقل ہے میزان عدل میں پہنچنے کے بعد یہ ثقیل ہو جائیں گے ایسے ثقیل
ہوں گے کہ بہت سے گناہوں کو بھی ختم کر دیں گے وہ دو کلمے یہ ہیں کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ
العظیم یہ دو کلمے اس روایت میں امام بخاری نے جس طرح تخریج کئے ہیں ۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمن
اس کو مقدم کیا ہے ۔ خفیفتان علی اللسان اور ثقیلتان فی المیزان کو بعد میں رکھا ۔ اس میں بھی عجیب اشارہ ہے
حبیبتان کے معنی آپ سمجھ ہی گئے کہ اللہ کو بڑے محبوب ہیں یعنی ان کلمات کو پڑھنے والا اور اس کے ذکر میں مشغول
رہنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا اس کو حاصل ہو جاتی ہے یہ اس کا حاصل ہے
امام بخاری نے یہاں پر یعنی اصل حدیث میں حبیبتان الی الرحمن کو مقدم کیا ہے اس طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ
محبت عجیب و غریب چیز ہے یہ ہر مشکل سے مشکل کام کو آسان بنا دیتی ہے دشوار سے دشوار کام کو یہ ہلکا کر دیتی
ہے لیکن اپنے انجام کے اعتبار سے اور نتائج کے اعتبار سے بڑی بھاری ہوتی ہے بظاہر تو یہ ہے بہت ہی معمولی
سی چیز لیکن یہ بنیاد ہے اور یہ نکتہ ہے تمام مشکلات کے حل کا اور تمام دشواریوں کے دور کر دینے کا محبت جہاں آجا

ہے اور جس بندۂ مومن کے قلب میں محبت آجائے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ عطا فرمائیں) پھر آپ اس کا حال دیکھیں حضرات صحابہ کرام اور دوسرے اسلاف میں اللہ تعالیٰ نے یہی چیز عطا فرما رکھی تھی ان کو اپنی جان کی کوئی قیمت معلوم نہ ہوتی تھی اور اپنی جان ان کے اوپر ہلکی ہو جاتی تھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ محبت کی کارفرمائی تھی محبت وہ چیز ہے ؏

از محبت کارہا آسان شود — بڑے بڑے کام آسان ہو جاتے ہیں

آپ نے ایسے واقعات سنے ہوں گے جو مخلوق کی محبت میں مخلوق کر دیتی ہے کہیں پہاڑ کھود دیتی ہے تو کہیں جان دیدیتی ہے تو کہیں کچھ بن جاتی ہے اور کوئی کام اس کے اندر پھر مشکل نظر نہیں آتا ہر کام آسان ہو جاتا ہے، یہ جذبۂ محبت جس کو حاصل ہو جائے، حقیقت یہ ہے کہ تمام سعادتیں اس کو مل گئیں کیونکہ اس کو کنجی مل گئی ہر خیر کی، تمام سعادتیں اس کو حاصل ہو گئیں، محبت اس سے اب سب کچھ کرا دے گی نہ اس کے اوپر صبح کا اٹھنا دشوار ہوگا، نہ اس کے اوپر تہجد کے لئے اٹھنا دشوار ہوگا نہ اس کے اوپر کسی نماز اور فریضہ کی ادائیگی دشوار ہوگی، بلکہ آسان اور آسان ترین ہوتی چلی جائے گی اور یہ محبت پیدا ہوتی ہے محبت والوں کے پاس بیٹھنے سے، خود بخود نہیں آتی جس کو ہم نے چھوڑ رکھا ہے محبت والوں کے پاس بیٹھے محبت پیدا ہو جائے گی، اللہ والوں کے پاس بیٹھے اللہ والے بن جاؤ گے، صادقین کی خدمت میں بیٹھے صادق بن جاؤ گے، صالحین کے ساتھ بیٹھے صالح بن جاؤ گے، محبت اس سے حاصل ہوگی یہ محبت اختیاری ہے یہ غیر اختیاری نہیں ہے کہ کبھی آپ لوگ شبہ کریں کہ غیر اختیاری چیز کو ہم کیسے حاصل کر سکتے ہیں، یہ اختیاری ہے اور اس محبت سے مراد وہی محبت ہے کہ جو قرآن کریم میں آئی ہے " ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ - اللہ کے محبوب کس چیز سے بن جائیں گے؟ اتباعِ سنّت سے اللہ کے محبوب بن جائیں گے اور یہاں پر بھی ان کلمات کا پڑھنے والا اللہ کا محبوب بن جائے گا۔ بس حاصل یہ نکلا کہ اتباعِ سنّت جو اپنے اختیار میں ہے اور اس میں کوئی چیز نہیں ہے، اتباعِ سنّت کو اخلاص کے ساتھ اختیار کر لیا جائے اللہ کی محبوبیت کے مورد ہم بن جائیں گے اور جب اللہ کی محبوبیت کے ہم مورد بن گئے تو بس سمجھ لیجئے کہ ہمارا مقام کیا ہوگا؟ خود بخود ہمارے دل میں محبت طبعی بھی آجائیگی، محبتِ عقلی تو ہے ہی، اس لئے یہاں پر حبیبتان الی الرحمٰن کو مقدم کیا۔

اور پھر اس کا اثر بتایا کہ " خفیفتان علی اللسان " ان کا پڑھنا کچھ دشوار نہیں ہوگا چلتے پھرتے پڑھئے، اٹھتے بیٹھتے پڑھئے، راستہ میں اور بازاروں میں پڑھئے، بستر پر اور چارپائی پر پڑھئے جب جی چاہے پڑھئے کوئی شرط نہیں کوئی قید نہیں نہ وضو کی قید ہے نہ طہارت کی قید ہے نہ مسجد کی پابندی ہے نہ کوئی اور پابندی ہے اب آسانی ہو گئی اب زبان بھی چلتی ہے روکنا چاہیں گے تو نہ رکے گی، زبان بھی چلتی ہے اور اتنی آسانی سے چلتی ہے کہ خود حیرت کرتا ہے ذاکر اور شاغل کہ یہ میری زبان اللہ نے کس طرح چلا دی اور رواں کر دی، صرف یہ کہ زبان چلتی ہے بلکہ دل بھی جاری ہو جاتا ہے۔

ثقیلتان فی المیزان " یہ محبت کا خاصہ اور نتیجہ ہے کہ محبوب کا ادنیٰ سا عمل بھی محب کی نظر میں کیا رکھتا ہے؟ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے وہ عمل دنیا بھر سے زیادہ ثقیل یعنی قیمتی ہوگا، ثقیل کا مطلب ہے قیمتی، دنیا بھر سے زیادہ قیمتی ہوگا وہ عمل اور یہیں سے ان تمام احادیث کی شرح بھی سمجھ میں آگئی جن میں آیا کہ ایک آیت پڑھنے سے

یہ ثواب ملے گا سورۃ "انا فتحنا" پڑھنے سے یہ ملے گا اور ایک آیت جاکر بازار میں پڑھ لو تو وہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے ایک آیت بھی اگر حاصل کر لو تو دنیا ومافیہا سے بہتر ہے کیوں بہتر ہے؟ اس لئے بہتر ہے وہ اللہ کی محبوبیت کا مورد بن گیا اور محبوب کا معمولی سے معمولی عمل بھی دنیا ومافیہا سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، یہ دونوں کلمات میزانِ عدل کے اندر بڑے بھاری بڑے قیمتی ہوں گے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا مورد بننے کی کوشش کیجئے جو اتباعِ سنت سے حاصل ہوتی ہے اور اتباعِ سنت بہت آسان ہے اور اپنے اختیار میں ہے بلکہ اتباعِ سنت سے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی کو بھی راحت و آرام والا اور سکون والا بنا دیتا ہے، جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی ہم اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے مورد بن جائیں گے تو اب ہر عمل ہمارے اوپر آسان ہو جائیگا اور اس عمل کی قیمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی ہوگی کہ دنیا ومافیہا بلکہ تمام کائنات سے بڑھکر اس کی قیمت ہوگی اور یہی سعادتِ دارین اور نجاتِ ابدی کا نسخہ ہے۔

بس میں یہیں پر ختم کرتا ہوں وقت بہت کم ہے، بہرحال حضرت والا تشریف نہ لا سکے تھوڑا سا وقت باقی ہے اس میں اب دعا کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اپنے عزیز طلبہ کے لئے میں کسی اور مجلس میں نصیحت کی نشست رکھوں گا اس وقت تو چونکہ باہر کے بھی بہت سے مہمان آئے ہیں اور بہت سے وہ حضرات ہیں کہ جو دعا میں شرکت کے لئے اور اس مجلس کی خیر و برکت حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں بہت سے وہ ہیں جنہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ فلاں دعا کر دیجئے اور فلاں دعا کر دیجئے بہت سے وہ ہیں کہ جو کہہ نہیں سکے ہیں لیکن ان کے دل میں ہے اس لئے اس موقع پر اس مبارک موقع پر جبکہ بخاری شریف کا ختم ہو رہا ہے۔ اور ختم بخاری شریف کے بعد جیسا کہ مجرب ہے اور حضراتِ علماء کرام نے بھی لکھا ہے کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں ہمیں اپنے لئے اپنے اہل و عیال کیلئے اپنے دوست احباب کے لئے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے ملک کے لئے قوم کے لئے دنیا کے لئے آخرت کیلئے دعائیں کر لینا چاہئے اللہ تعالیٰ قبول فرمانے والے ہیں اور اسی یقین کے ساتھ ہمیں دعا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان تمام دعاؤں کو سنیں گے اور قبول فرمائیں گے اور اجرِ جزیل بھی عطا فرمائیں گے۔

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ونجنا برحمتک من القوم الکافرین۔

اے اللہ ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما۔ اے ارحم الراحمین ہم سب گناہ گار ہیں ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما اے اللہ ہمیں تمام گناہوں سے پاک و صاف فرما، اے اللہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرما، اے ارحم الراحمین ہمارے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرما، اے اللہ ہم خطا کار ہیں اے اللہ ہم گناہ گار ہیں اے رب کریم! اے رب کریم! آپ آمرزگار ہیں۔ اے اللہ آپ معاف فرمانے والے ہیں۔ اے اللہ ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ اے ارحم الراحمین! ہمارے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو

معاف فرمادیجئے، اے اللہ ہمارے تمام اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادیجئے اے ارحم الراحمین ہمارے تمام کھلے اور چھپے گناہوں کو معاف فرمادیجئے جو ہمیں معلوم ہیں ان کو بھی معاف فرمادیجئے اور ان کو بھی معاف فرمادیجئے جو ہمیں معلوم نہیں، اے ارحم الراحمین ہم پر رحمتیں نازل فرمائیے۔ اے ارحم الراحمین ہماری اور ہمارے والدین کی مغفرت فرمائیے اے اللہ ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیے اے ارحم الراحمین ہماری اور ہمارے تمام رشتہ داروں کی مغفرت فرمادیجئے اے اللہ تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادیجئے اے اللہ ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیے، اے اللہ اپنا فضل وکرم نازل فرمائیے اے اللہ اے اللہ ہم بڑے کمزور ہیں بڑے ضعیف ہیں اے اللہ معاشرہ بھی ہمارے خلاف ہے، اے اللہ نفس اور شیطان بھی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ اے اللہ ہمیں ہر گناہ سے بچا لیجئے، اے اللہ ہمیں ہر گناہ سے بچا لیجئے اے ارحم الراحمین ہمیں ہر گناہ سے بچا لیجئے۔ اے اللہ ہمیں اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیے اے اللہ ہمیں اخلاص کامل عطا فرمائیے اے ارحم الراحمین ہمیں اخلاص کامل عطا فرمائیے، اے اللہ ہمیں تقویٰ عطا فرمائیے اے اللہ ہمیں توکل صادق عطا فرمائیے اے اللہ ہمیں صدق عطا فرمائیے اے ارحم الراحمین، اے اللہ تمام قلبی امراض سے ہمیں شفاء کلی عطا فرمائیے اے ارحم الراحمین تمام روحانی امراض سے شفاء کلی عطا فرمائیے، اے اللہ تمام بیماریوں اور امراض سے ہمیں شفاء کلی عطا فرمائیے، اے اللہ ہم میں سے ہر ایک کو عافیت وسلامتی عطا فرمائیے اے ارحم الراحمین ہمارے جان ومال اور عزت وآبرو اور ایمان کی حفاظت فرمائیے اے اللہ ہمارے جان ومال اور عزت وآبرو اور ایمان کی حفاظت فرمائیے اے ارحم الراحمین ہمیں رزق حلال وطیب وسعت وفراخی کے ساتھ عطا فرمائیے اے ارحم الراحمین ہمیں کسی کا دست نگر اور محتاج نہ بنائیے، اے اللہ ہر پریشانی سے ہماری حفاظت فرمائیے اے اللہ ہماری تمام مشکلات کو حل فرمادیجئے، اے اللہ ہماری تمام مصیبتوں کو رفع فرمادیجئے اے ارحم الراحمین ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم کمزور ہیں ہمیں ہر آزمائش سے محفوظ فرما لیجئے اے اللہ ہمیں ہر آزمائش اور ہر امتحان سے محفوظ فرما لیجئے۔ اے ارحم الراحمین! اے ارحم الراحمین! اے ارحم الراحمین تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے اے اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اتباع سنت کی توفیق کامل عطا فرمائیے اے اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اتباع سنت کی توفیق کامل عطا فرمائیے۔ اے ارحم الراحمین ہماری تمام حاجتوں کو پورا فرما دیجئے اے ارحم الراحمین ہمیں گمراہی اور ضلالت سے محفوظ فرما لیجئے اے اللہ ہمیں گمراہی اور ضلالت سے محفوظ فرمالیجئے اے اللہ ہماری تمام دعاؤں کو قبول فرما لیجئے اے اللہ ان طلبہ کو اور ہمیں علم نافع اور اعمال صالحہ متقبلہ عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو علم نافع اور اعمال صالحہ متقبلہ عطا فرمائیں حضرت ڈاکٹر صاحب[1] کے لئے دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو

---

[1] حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتوار ۱۱ رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء کو تقریب ختم بخاری میں شرکت کے لئے دار العلوم تشریف لائے اسی دن صبح سے درد شکم کی شکایت شروع ہوئی تھی جو دار العلوم پہنچ کر بھی جاری رہی یہاں تک کہ تکلیف ہی کی بناء پر وقت مقررہ سے پہلے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ بعد میں تکلیف بڑھتی رہی یہاں تک کہ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ جمعرات کی صبح کو آپ مالک حقیقی سے جا ملے۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ وأکرم نزلہ ووسع مدخلہ واجعل الجنۃ مثواہ، اللھم نقہ من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔ آمین یا رب العالمین بحق سید المرسلین۔

شفاء کلی عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ عرصہ دراز تک عافیت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر برقرار رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض سے پوری طرح مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائیں تھوڑا سا وقت ہے اپنی اپنی حاجتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمالیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی حاجتیں پوری فرمائیں۔

اے ارحم الراحمین ہمارے ساتھ نرمی و آسانی اور لطف و مہربانی کا معاملہ فرما اے اللہ دنیا میں بھی ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ فرما آخرت میں بھی ہماری حفاظت فرما اے اللہ دنیا میں بھی اپنے قہر و غضب سے ہماری حفاظت فرما اور آخرت میں بھی ہماری حفاظت فرما اے اللہ خاتمہ ایمان پر فرما اے اللہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما اے اللہ ہم سب کا خاتمہ کلمہ طیبہ پر فرما اے ارحم الراحمین دنیا میں بھی ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما آخرت میں بھی رحمتیں نازل فرما اے اللہ اے ارحم الراحمین! اے ارحم الراحمین ہم پر رحم فرما۔ اے اللہ کرم فرما اے اللہ فضل فرما۔ اے اللہ ہماری تمام حاجتوں کو پورا فرما۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ آمین
برحمتک یا ارحم الراحمین

درجہ تخصص کا داخلہ

جو طلبہ دارالعلوم کراچی میں درجۂ تخصص فی الافتاء کے اندر داخلے کے خواہش مند ہیں ان کو اطلاع دیجاتی ہے وہ شوال ۱۴۰۷ھ کو دارالعلوم تشریف لے آئیں۔ ۲۵ شوال ۱۴۰۷ھ کو تمام امیدواروں کا تحریری و تقریری امتحان ایک ساتھ ہوگا اور جو طلبہ امتحان داخلہ میں کامیاب ہوں گے اُن میں سے دس طلبہ کامیابی کی ترتیب سے داخلے کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔ امیدوار حضرات مندرجہ ذیل امور ذہن نشین فرمالیں۔

(۱) تخصّص میں داخلے کے لئے ۲۴ شوال سے پہلے تشریف نہ لائیں اس سے قبل دارالعلوم ان کے قیام و طعام کا ذمہ دار نہ ہوگا

(۲) داخلے کے لئے کسی مستند دینی درسگاہ سے دورۂ حدیث میں درجۂ علیا کے نمبروں کے ساتھ کامیابی اوّلین شرط ہے جس کا ثبوت ہمراہ لانا ضروری ہوگا۔

(۳) اردو اور عربی رسم الخط میں صاف ستھری تحریر بھی داخلے کے لئے ضروری ہے جن طلبہ کا خط خراب ہو وہ داخلے کیلئے رجوع نہ فرمائیں۔

(۴) دورانِ تعلیم کسی انجمن یا جماعت سے کسی قسم کا تعلق ممنوع ہوگا، نیز تخصّص کے علاوہ کسی اور امتحان کی تیاری کی اجازت نہیں ہوگی۔ مخصوص حالات میں صدر صاحب دارالعلوم سے تحریری اجازت لینا ضروری ہوگا۔

(۵) امتحان داخلہ مندرجہ ذیل کتب اور مضامین میں لیا جائے گا۔
مشکوٰۃ المصابیح، ھدایہ کامل، نورالانوار، بحث کتاب و سنّت، سراجی، شرح العقائد اور ترجمۂ قرآن۔ تقریری امتحان میں عبارت نحوی و صرفی اعتبار سے درست پڑھنے کی صلاحیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائیگا۔ جس سے نحو اور صرف کے ساتھ مناسبت ظاہر ہو اور تحریری امتحان میں سلیقۂ تحریر کو مدنظر رکھا جائیگا۔

(۶) درجۂ تخصّص کے جو طلبہ مذکورہ بالا شرائط پوری کریں گے ان کو قیام و طعام اور مبلغ تین سو روپے ماہانہ وظیفے کے ساتھ داخلہ دیا جائیگا۔

اعلانِ اجرائے شعبۂ تجوید وقراءت

الحمدللہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴ میں شعبہ تجوید وقرأت کا باقاعدہ اجراء ۱۰ شوال المکرم ۱۴۰۷ھ سے کردیا گیا ہے اس شعبہ کا نصاب چار سال پر مشتمل ہے، جس میں طالبعلم کو تجوید وقرأت سبعہ وعشرہ کے علاوہ علم الرسم والضبط، وعلم الآیات والاوقاف باقاعدہ پڑھائے جائیں گے۔

سال اوّل کا داخلہ جاری ہے سردست زیادہ سے زیادہ دس طلبا کو دیا جائیگا:۔

امیدوار کے لئے حسب ذیل شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔

(۱) حافظ قرآن ہو۔

(۲) کم از کم شرح جامی تک کتابیں پڑھی ہوں یا فارغ التحصیل عالم دین ہوں۔

مذکورہ شرائط کے حامل عالم دین کو ترجیح دی جائے گی

امیدوار کا داخلہ مکمل ہونے پر مندرجہ ذیل ترتیب سے وظائف مع طعام وقیام کے دیئے جائیں گے

سال اوّل کا ماہانہ وظیفہ	-/۵۰	روپے
سال دوم کا ماہانہ وظیفہ	-/۱۰۰	روپے
سال سوم کا ماہانہ وظیفہ	-/۱۵۰	روپے
سال چہارم کا ماہانہ وظیفہ	-/۲۰۰	روپے

اعلان داخلہ

دارالعلوم کراچی میں آئندہ شوال ۱۴۰۷ھ سے شروع ہونے والے تعلیمی سال ۱۴۰۷ھ، ۱۴۰۸ھ کے لئے داخلے سے متعلق مندرجہ ذیل امور کا اعلان کیا جاتا ہے

- شعبہ عربی کے تمام درجات میں قدیم وجدید داخلہ انشاء اللہ تعالیٰ ۶ شوال سے ۲۰ شوال تک جاری رہے گا۔
- تمام اسباق انشاء اللہ تعالیٰ ۱۶ شوال تک شروع ہوجائیں گے۔
- اس سال درجہ حفظ میں داخل ہونے والے کسی جدید طالب علم کو اقامتی داخلہ نہیں دیا جائیگا۔
- ۱۴ سال سے کم عمر رکھنے والے جدید طالبعلم کو دارالتربیت کے سوا اقامتی داخلہ نہیں دیا جائیگا۔
- جو چیزیں طلبہ کے علمی مشاغل میں مخل ہوتی ہیں مثلاً ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ان پر دارالطلبہ کی حدود میں پابندی عائد ہے اس لئے آنے والے طلبہ یہ چیزیں ساتھ نہ لائیں۔

(ناظم دارالعلوم کراچی)
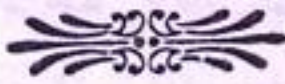
حدیث :- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ دیا ——— اس میں آپ نے فرمایا :- اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنّت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملیگا اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملیگا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے۔ جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کیلئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے ——— آپ سے عرض کیا گیا کہ :- یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس ثواب عظیم سے محروم رہیں گے) آپ نے فرمایا کہ :- اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسّی پر صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ

کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلائے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کریگا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تاآنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا ——— (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اس ماہِ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتشِ دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینہ میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کردیگا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیگا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دیگا ——— بیہقی

اسی حدیث کی بعض روایات میں اتنا اضافہ اور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ۔

اس مبارک مہینہ میں چار کام کثرت سے کرو ان میں سے دو کام ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو راضی کروگے اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ دو کام جن کے ذریعہ خدائے پاک کی خوشنودی حاصل ہوگی یہ ہیں :۔

- ——— لا الٰہ الا اللہ کا کثرت سے ورد رکھنا۔
- ——— اور خدائے پاک سے مغفرت مانگتے رہنا۔

اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ یہ ہیں۔

- ——— اللہ تعالیٰ سے جنت مانگنا۔
- ——— اور دوزخ سے پناہ مانگنا ——— (ترغیب وترہیب)

تشریح :۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب کا مطلب و مدعا واضح ہے، تاہم اس کے چند اہم اجزاء کی مزید وضاحت کے لئے کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

اس ماہ کی سب سے بڑی فضیلت

اس خطبہ میں ماہِ رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جو ہزار دنوں اور راتوں سے نہیں، بلکہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ایک ہزار مہینوں میں تقریباً تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں۔ شب قدر کے ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب یہ سمجھنا چاہیئے کہ خاصانِ خدا اس ایک رات میں قرب خداوندی کی اتنی مسافت طے کرسکتے ہیں جو دوسری ہزار راتوں میں طے نہیں ہوسکتی، جس طرح اس دنیا میں تیز رفتار ہوائی جہاز یا راکٹ کے ذریعہ اب ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ میں اس سے زیادہ مسافت طے کی جاسکتی ہے، جتنی پرانے زمانہ میں سینکڑوں برس میں طے ہوا کرتی تھی، بالکل اسی طرح رضاء الٰہی اور قرب خداوندی حاصل کرنے والوں کے سفر کی رفتار شب قدر میں اتنی تیز کردیجاتی ہے کہ جو بات سچے طالبوں کو سینکڑوں مہینوں میں حاصل نہیں ہوسکتی وہ اس مبارک رات میں حاصل ہوجاتی ہے۔

نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستّر فرضوں کے برابر ملنا۔

شب قدر کی خصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے لیکن رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات کی عام برکت وفضیلت یہ بیان فرمائی کہ اس میں جو نفل نیکی کی جائے اس کا ثواب دوسرے زمانہ کی فرض نیکی کے برابر ملے گا اور فرض نیکی کرنے والے کو دوسرے زمانہ کے ستّر فرض ادا کرنے کا ثواب ملیگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے اور ان سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے

اس خطبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے ـــــ دینی زبان میں صبر کے اصل معنی ہیں اللہ کی رضا کے لئے اپنے نفس کی خواہشوں کو دبانا اور تلخیوں اور ناگواریوں کو جھیلنا۔ روزہ کا اول و آخر ایسا ہی ہے اور نیز روزہ رکھکر ہر روزہ دار کو تجربہ ہوتا ہے کہ فاقہ کیسی تکلیف کی چیز ہے، اس سے اُس کے اندر غرباء اور مساکین کی ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ پیدا ہونا چاہئے جو بیچارے ناداری کی وجہ سے فاقوں پر فاقے کرتے ہیں، اس لئے رمضان المبارک کا مہینہ بلاشبہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے۔

اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: ـــــ "اس بابرکت مہینہ میں اہلِ ایمان کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے" ـــــ اس کا تجربہ تو بلا استثناء ہر صاحبِ ایمان روزہ دار کو ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانے پینے کو ملتا ہے، باقی گیارہ مہینوں میں اتنا نصیب نہیں ہوتا، خواہ وہ اس عالمِ اسباب میں کسی بھی راستے سے آئے سب اللہ ہی کے حکم سے اور اُسی کے فیصلے سے آتا ہے۔

ماہِ مبارک کے تین حصے

اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: ـــــ رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصّہ مغفرت اور آخری حصّہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے!

اس کی راجح اور دل کو لگنے والی تشریح یہ ہے کہ رمضان شریف کی برکتوں سے استفادہ کرنے والے بندے تین طرح کے ہو سکتے ہیں:۔

- ایک وہ متقی پرہیزگار لوگ جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھتے ہیں اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے تو اسی وقت توبہ واستغفار سے اس کی صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو ایسے خاصانِ خدا پر تو شروع مہینہ ہی سے بلکہ اس کی پہلی رات ہی سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ مورد رحمت بن جاتے ہیں۔
- دوسرے وہ لوگ جو ایسے متقی اور پرہیزگار تو نہیں، لیکن اس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں تو ایسے

لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصہ میں روزوں اور دوسرے اعمالِ خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اور اپنے کو رحمت ومغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں تو درمیانی حصے میں ان کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے وہ گویا دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھکر اور توبہ واستغفار کرکے اپنی سیہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ میں جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے ان کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرمادیتے ہیں —— اس تشریح کی بنا پر رمضان المبارک کا ابتدائی حصہ، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ میں جہنم سے آزادی کا تعلق ترتیب وار امتِ مسلمہ کے ان مذکورہ بالا تین طرح کے لوگوں سے ہوگا۔

رمضان المبارک میں کرنے کے چار کام

آخر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں ان چار کاموں کے کرنے کی بڑی اہمیت کیساتھ تاکید فرمائی ہے جو ماہِ مبارک کے دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان کا اہتمام بہت ضروری اور لازمی ہے، وہ چار کام یہ ہیں:۔

(۱) —— لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کرنا۔

یہ بہت ہی مبارک کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں اس کو تمام اذکار سے افضل بتلایا گیا ہے اور دیگر احادیث میں اس کے اور بھی بڑے بڑے فضائل آئے ہیں۔ اس کی فضیلت سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ نوے برس کا کافر ومشرک بھی اگر صدقِ دل سے ایک بار یہ کلمہ پڑھ لے تو وہ اسی لمحہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہوجاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ یہ خدائے پاک کی بڑی رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں پر بہت ہی عام فرما رکھی ہے اور بلا کسی قید کے پڑھنے کی عام اجازت دے رکھی ہے کیا جب کافر ومشرک جملہ گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے تو مومن کو کیا کوئی نفع نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا اور بے انتہا ہوگا۔ ایک حدیث میں امتیوں کو اس کلمہ کے ذریعہ بار بار تجدیدِ ایمان کرتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسلئے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے کثرت سے اس کا ورد رکھیں۔

(۲) —— اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگتے رہنا۔

حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کون سا بندہ ایسا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون تم سب خطاوار ہو اور اچھے خطاوار وہی ہیں جو توبہ کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے توبہ استغفار سے کوئی بندہ بھی مستغنی نہیں اور یہ مبارک مہینہ ہے ہی مغفرت وبخشش کے لئے اسلئے اس میں بہت خصوصیت سے توبہ واستغفار کا معمول رکھا جائے اور زیادہ سے زیادہ استغفار کیا جائے آسان استغفار یہ ہے:۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

ترجمہ :۔ میں اللہ جل شانہ سے جو میرا پروردگار ہے ہر گناہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔
اور صرف أَسْتَغْفِرُ اللّٰه ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰه پڑھنا بھی استغفار میں داخل ہے اور کافی ہے۔

- ــــــ جنت کا سوال کرنا۔
- ــــــ دوزخ سے پناہ مانگنا۔

ان کے بارے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حرف بہ حرف درست ہے واقعی یہ دو ایسے اہم ترین کام ہیں جن کو مانگے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے لو ان سے کسی طرح کوئی شخص بے نیاز نہیں جب دنیا کی گرمی اور سردی کی سہار نہیں ہے تو دوزخ کیسے برداشت ہو سکتی ہے اور جنت میں جائے بغیر کیسے سکون مل سکتا ہے؟ اس لئے موقعہ بموقعہ دل کی گہرائی سے جنت کا سوال کریں اور دوزخ سے پناہ مانگیں ــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور دوزخ سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

قبولیتِ دعا اور شیاطین کا مقید ہونا

حدیث :۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کی پہلی شب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (امتیوں سے خطاب فرمانے کے لئے) کھڑے ہوئے اور اللہ جل شانہ کی حمد وثنا بیان فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! تمہاری طرف سے تمہارے دشمن جنات کیلئے خدا تعالیٰ کافی ہیں اور اس نے تم سے دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے (چنانچہ قرآن کریم میں) ارشاد ہے :۔ اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا) خوب سن لو! اللہ جل شانہ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے (نگرانی کے لئے) مقرر فرما دیئے، لہٰذا (اب وہ) ماہِ رمضان گزرنے تک چھوٹنے والے نہیں (اور یہ بھی) سن لو! رمضان شریف کی پہلی رات سے آخری رات تک آسمان کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور اس مہینہ میں دعا قبول ہوتی ہے (اب آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی عملی جدوجہد اور عبادت میں انہماک کا ذکر فرماتے ہیں کہ) جب رمضان المبارک کے (آخری) عشرہ کی پہلی شب ہوتی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم (ہمہ تن عبادت میں مصروف ہونے کے لئے) تہبند کس لیتے اور ازواجِ مطہرات سے علیحدہ ہو جاتے، اعتکاف کرتے اور شب بیداری کا اہتمام فرماتے

کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شَدَّ الْمِئْزَرِ (تہبند کس لینے) کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ ان مبارک دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے جدا رہتے تھے ــــــــ (کنز العمال)

تشریح :۔ دیگر احادیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو ماہ پیشتر سے رمضان المبارک کیلئے دعا فرمانا اور امتیوں کو سکھلانا ثابت ہے۔ پھر شعبان کی آخری تاریخ کو ایک جامع خطبہ ارشاد فرما کر ماہِ مبارک کے ہر گوشہ

کو اُجاگر کرنا ۔ اس کے بعد رمضان المبارک کی پہلی شب کو پھر امت سے خطاب فرمانا ۔ رمضان المبارک کی کس قدر عظمت واہمیت پر دلالت کرتا ہے ——— کاش ہم نالائقوں کو بھی اس کا کچھ احساس ہو اور ان گرانقدر لمحات کی دل سے قدر کریں ۔

اس خطبہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے :۔

- سرکش شیاطین پر ملائکۃ اللہ کا سنگین پہرہ ۔
- دُعا قبول ہونا ۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو معلوم ہو کہ انسان کو گناہوں پر ابھارنے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر اکسانے والی دو ہی قوتیں ہیں ایک نفس دوسرے شیطان ——— روزہ رکھوا کر قوت نفس کو پامال کر دیا گیا دوسری طرف شیاطین کو قید میں ڈالکر اور ان پر فرشتوں کا سخت پہرہ بٹھا کر شیطانی قوتوں کو ناکارہ بنادیا یہ سب کچھ صرف اور صرف اس لئے ہوا تاکہ بندگانِ خدا نہایت یکسوئی اور پوری توجہ سے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوں ، نفس و شیطان ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالیں ——— چنانچہ رمضان المبارک میں نمایاں طور پر مشاہدہ ہوتا ہے کہ نیک تو نیکیوں میں سبقت لے ہی جاتے ہیں سینکڑوں بے نمازی ، غفلت زدہ انسان بھی نماز روزہ کی فکر کرنے لگتے ہیں اور توبہ واستغفار میں لگ جاتے ہیں یہ سب خدائی مارشل لاء کا اثر ہے ۔ جس سے آپ بھی استفادہ کر سکتے ہیں ۔

بہرحال خدائے پاک جل شانہٗ کی جانب سے ان کی عبادت وطاعت کا ایک موقعہ فراہم کر دیا گیا ہے اور معمولی ہمت اور توجہ سے ہر شخص عبادت میں لگ سکتا ہے اور گناہوں سے بچ سکتا ہے ——— اب دیکھنا ہے کہ کون اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو ان کی رحمت کا مستحق بناتا اور ان کی اطاعت پر لبیک کہتا ہے اور کون بدبخت حقیقتہً محروم ہی رہنا چاہتا ہے ۔

رہی دوسری اہم بات یعنی ۔ دعا قبول ہونا ۔ یہ حق تعالیٰ کی بہت ہی شفقت ، بہت ہی رحمت ہے کہ اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنا وعدہ یاد دلاتے ہیں اور مختلف انداز سے یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ہو ، ہم تمہارے ہیں ، ہمارے سوا اور تمہارا کون ہے ؟ ہم سے مانگو ! ہم دیں گے ہمارا وعدہ ہے کریم کریم کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔ خود اپنے کلام پاک میں فرمادیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد ۔ یقین مانو خدا تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتا ۔ دیگر روایات میں بھی اس کی بڑی تفصیل آئی ہے جسکے لکھنے میں طوالت کا اندیشہ ہے ——— بہرحال اپنے لئے اپنے اہل وعیال کیلیے ۔ والدین ، اساتذہ ، عزیز واقارب ، ملک وملت اور پورے عالم اسلام کی صلاح وفلاح کے لئے دُعا مانگیں اور دُعا مانگنے کا خصوصی اہتمام رکھیں ۔

ساٹھ ہزار بخشش

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب رمضان المبارک کے مہینہ کی پہلی شب ہوتی ہے تو جنتوں کے دروازے کھولدیئے

جاتے ہیں (اور پورے مہینے یہ دروازے کھلے رہتے ہیں) ان میں سے کوئی سا دروازہ بھی پورے ماہ بند نہیں ہوتا اور دوزخ کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں (اور تمام مہینے دروازے بند رہتے ہیں) اس دوران ایک دروازہ بھی نہیں کھلتا اور سرکش جنات قید کر دیئے جاتے ہیں اور (رمضان المبارک کی) ہر رات ایک آواز لگانے والا (تمام رات) صبح صادق تک یہ آواز لگاتا رہتا ہے۔ اے بھلائی اور نیکی کے ڈھونڈھنے والے (نیکی کا) ارادہ کر اور خوش ہو جا اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے (برائی سے) رک جا اور اپنے حالات کا جائزہ لے اور (یہ بھی آواز لگاتا ہے) کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا ہے (کہ اس کے گناہ) معاف کر دیئے جائیں۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ اس کی توبہ قبول کر لی جائے۔ کوئی دعا مانگنے والا ہے؟ اس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی (ہم سے کسی چیز کے متعلق) سوال کرنے والا ہے؟ کہ اس کا سوال پورا کر دیا جائے اور رمضان المبارک کے مہینہ میں روزانہ رات کو (روزہ) افطار کرتے وقت ساٹھ ہزار آدمی اللہ تعالیٰ جہنم سے بری فرماتے ہیں ——— پھر جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی تعداد میں جہنم سے بری فرماتے ہیں جتنے ساٹھ ہزار یومیہ کے حساب سے مجموعی طور پر پورے مہینہ میں آزاد فرماتے ہیں جن کی مجموعی تعداد تقریباً اٹھارہ لاکھ ہوتی ——— (بیہقی)

تشریح:- رمضان المبارک میں اللہ کے نیک اور صالح بندے جو طاعات و حسنات میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں وہ دنوں کو روزہ رکھ کر ذکر و تلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تہجد اور دعا و استغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عام لوگوں کے قلوب بھی رمضان المبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقویٰ کے اس عام رجحان اور نیکی اور عبادت کی اس عام فضا کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ تمام طبیعتیں جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور گناہوں اور نافرمانی سے متنفر ہو جاتی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک میں تھوڑے عمل کی قیمت اور دنوں کی بنسبت بہت زیادہ بڑھا دی ہے اس لئے ان سب باتوں کے نتیجے میں ان لوگوں کے لئے جنتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیئے جاتے اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں، ہر طرف نیکی کی فضا قائم ہوتی ہے اور پھر بندوں پر باری تعالیٰ کے عفو و کرم کی بارش ہوتی ہے اور یومیہ ساٹھ ہزار خطاروں کی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

بہرحال ان کی مغفرت و بخشش کا تعلق ان اہل ایمان سے ہے جو رمضان المبارک میں خیر و سعادت حاصل کرنے کی طرف مائل اور متوجہ ہوتے اور رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے لئے عبادات و طاعات کو اپنا شغل بنا لیتے ہیں ——— باقی رہے وہ کفار اور خدا فراموش، غفلت شعار لوگ جو رمضان اور اس کے احکام و برکات سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتے اور نہ اس کے آنے پر ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی آتی ہے بلکہ الٹا اعتراض کر دیا جاتا ہے کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو، یا روزہ عرب کی غربت و افلاس کے پیش نظر رکھوایا جاتا تھا۔ آج اس کی ضرورت نہیں تو ظاہر ہے اس قسم کی بشارتوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں، انہوں نے جب اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیا ہے اور بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر مطمئن ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی ان کے لئے محرومی د

بدبختی کے سوا اور کچھ نہیں ۔

چھ لاکھ انسانوں کی بخشش

حدیث :۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں چھ لاکھ آدمیوں کو جہنم سے بری فرماتے ہیں اور جب رمضان المبارک کی آخری شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ (جہنم سے اتنی تعداد میں) بری فرماتے ہیں جتنے آج رات تک یومیہ چھ لاکھ کے حساب سے پورے مہینہ میں آزاد فرمائے ہیں، جن کی مجموعی تعداد تقریباً ایک کروڑ اسی لاکھ ہوتی ہے ———— (بیہقی)

دس لاکھ کی مغفرت

حدیث :۔ ایک طویل حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ جل شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جسقدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان سب کے برابر اس ایک دن آزاد فرماتے ہیں۔ جن کی مجموعی مقدار تقریباً تین کروڑ بنتی ہے ——— الترغیب والترہیب

تشریح :۔ ماہ رمضان خداوند قدوس کی رحمت کی گھٹاؤں اور بہاروں کا خاص مہینہ ہے، گناہگار اور خطاکار بندوں پر شب و روز عفو و درگذر کی موسلادھار بارش برستی ہے۔ کوئی بندہ ذرا بھی شرم و ندامت کیساتھ ان کی طرف رجوع ہوتا ہے فوراً بارانِ رحمت سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے بلکہ ایک سرکاری منادی ماہ مبارک کی ہر شب میں پکار پکار کر کہتا ہے اور تمام رات پکارتا رہتا ہے کہ کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا ہو تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ کوئی توبہ کرنے والا ہو تو اس کی توبہ قبول کر لیجائے ———— (کما مر فی الحدیث السابق)

جب خود ان کی جانب سے عفو و درگذر کی پیشکش ہو رہی ہو تو بتلایئے پھر شب و روز لاکھوں کی معافی اور دوزخ سے نجات میں کیا کوئی شبہ رہ سکتا ہے اور صاحب! ان کی رحمت کوئی محدود تھوڑی ہے کہ کم و بیش معاف کرنے سے کوئی کمی آجائے گی، ان کی شانِ عفو و کرم لامحدود و لامتناہی ہے اگر اولین و آخرین جمع ہو کر آنِ واحد میں طالب عفو ہوں اور وہ بخشدیں تو بھی ان کے دریائے رحمت میں کوئی کمی نہ آئے۔ اسی لئے خوب بڑھ چڑھ کر معافی چاہو اور پوری امت مسلمہ کی معافی پیش کرو اور فلاح دارین طلب کرو۔

ابناءِ آخرۃ بننے کا مہینہ

رمضان المبارک کے ثمرات و برکات کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اسی کی رحمتوں اور برکتوں پر مشتمل احادیث اس قدر موجود ہیں کہ اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

ان میں سے ہم نے یہاں صرف پانچ حدیثیں ذکر کر دی ہیں، مفکرِ آخرت کے لئے ان شاء اللہ یہی کافی ہیں محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

کونوا من ابناء الاٰخرۃ ولا تکونوا من ابناء الدنیا ۔ (مشکوٰۃ)
(اے لوگو) تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے بیٹے مت بنو۔

یعنی آخرت کی فکر کرنے والے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق زندگی بسر کرنے والے بنو، دنیا میں اتنے منہمک نہ ہو کر حرام و حلال کی تمیز ختم کردو اور دین و آخرت کو بالکل ہی خیرباد کہدو نیز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بددعا کو یاد رکھو ۔

تعس عبد الدینار و عبد الدرھم (مشکوٰۃ)
درہم و دینار کا بندہ تباہ و برباد ہو ۔

یعنی جو شخص روپیہ پیسہ مال و دولت کمانے میں ایسا منہمک ہے کہ اسے رضائے الٰہی کا خیال ہی نہیں آتا جائز ناجائز کی پروا کئے بغیر مال کماتا ہے اور بے جا اڑا دیتا ہے ایسا شخص ذلیل و خوار تباہ و برباد اور ملعون ہو۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بددعا سے اللہ بچائے آمین

رمضان المبارک ابناء آخرۃ بننے کا مہینہ ہے، دنیاوی کاروباری اور ملازمتی مصروفیات کم سے کم کرکے اور غیر ضروری تعلقات ختم کرکے زیادہ سے زیادہ ماہ مبارک میں اسلامی اور دینی زندگی اختیار کریں جس کے لئے مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرنی چاہیئے ۔

رمضان المبارک کے مختصر معمولات

- صدق دل سے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور کثرت سے توبہ و استغفار کا اہتمام رکھیں ۔
- روزہ رکھنے کا پورا اہتمام کریں بلا عذر شرعی ترک نہ کریں ۔
- روزہ میں آنکھ، کان، ناک، زبان، دل، دماغ اور تمام اعضاء کو ہر ہر گناہ سے بہت ہی بچائیں ۔
- نماز باجماعت کا مکمل اہتمام کریں ۔
- اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے نوافل کا معمول بنائیں ۔
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کریں ۔
اس مقصد کے لئے "اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" تالیف حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رح کا مطالعہ بہت کافی ہے ۔
- تلاوت قرآن کریم کا جس قدر زیادہ ہو سکے معمول بنائیں ۔
- چلتے پھرتے لا الٰہ الا اللہ کا ورد رکھیں ۔
- جنت الفردوس مانگیں، عذاب دوزخ سے پناہ مانگیں اور ملک و ملت کی صلاح و فلاح کی دعائیں کریں ۔

اگر ماہ مبارک ان باتوں کے التزام اہتمام کے ساتھ گزر گیا تو قوی امید ہے کہ انشاء اللہ ضرور دل کی حالت بدلے گی، حالات میں تبدیلی آئے گی، زندگی میں انقلاب آئے گا۔ دنیا کی بے ثباتی، ناپائیداری اور فنائیت محسوس ہو کر اس سے بے رغبتی دل میں پیدا ہوگی، فکر آخرت کا ذوق پیدا ہوگا۔ اس کرب انگیز زندگی میں سکون و اطمینان محسوس ہوگا اور پھر سال کے دیگر مہینوں میں بھی اپنے آپ کو اسلامی زندگی سے قریب رکھنا سہل ہو جائے گا ۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضاہ من القول والعمل والفعل والنیۃ والھدی انک علی کل شیء قدیر، آمین ۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

دعوت الی اللہ میں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوک کی شدت برداشت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ کو کیا تکلیف ہے؟ کہ آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ! بھوک، یہ سُنکر میں رو پڑا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ! رو نہیں قیامت کے دن حساب کی سختی بھوکے کو نہ لگے گی بشرطیکہ اُس کو ثواب کی نیت سے دُنیا میں برداشت کرلیا جائے۔

آنحضرتؐ اہلِ بیتؓ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا بھوک برداشت کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بھرے دوپہر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر سے نکل کر مسجد کی طرف چلے، حضرت عمرؓ نے سُنا تو کہا اے ابوبکرؓ! یہ ناوقت کس چیز نے گھر سے نکالا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ شدتِ بھوک کے سوا اور کسی چیز نے نہیں، حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی بھوک سے پریشان ہوکر خدا کی قسم گھر سے نکلا ہوں۔ ان دونوں حضرات میں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے (اور ان دونوں حضرات کے پاس پہنچے) آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ ناوقت تم دونوں کیسے؟ ان دونوں نے کہا خدا کی قسم ہم کو سوائے بھوک کی شدت وسختی کے اور کوئی چیز نے نہیں نکالا ہے۔ آپؐ نے فرمایا قسم اس ذات کی کہ میرا نفس اس کے ہاتھ میں ہے میں بھی بھوک ہی کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں، آؤ چلو یہ تینوں حضرات چل کر ابوایوبؓ انصاری کے گھر میں پہنچے۔ ابوایوبؓ انصاری کچھ نہ کچھ دودھ یا کھانا آپؐ کے لئے رکھ چھوڑتے تھے، اس دن آپؐ کو ان کے یہاں آنے میں دیر ہوگئی تھی۔ وہ اپنے گھر والوں کو کھلا کر اپنے کھجور کے باغ میں کام کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ جب یہ حضرات دروازہ پر پہنچے تو ان کی بیوی گھر سے نکلیں اور کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان لوگوں کے لئے جو آپؐ کے ساتھ ہیں مرحبا۔ حضورؐ نے

ان سے دریافت کیا، ابوایوبؓ کہاں ہیں؟ آپؐ کے اس پوچھنے کو حضرت ابوایوبؓ نے جو اپنے کھجوروں میں کام کر رہے تھے سن لیا بھاگے ہوئے آگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کے ساتھیوں کے لئے مرحبا (اور) عرض کیا یا نبی اللہ یہ وہ وقت تو نہیں ہے جس میں آپ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا، یہ چھپٹے ہوئے باغ میں گئے اور ایک خوشہ کھجوروں کا جس میں خشک، تر، گدر کھجوریں تھیں توڑ کر لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ ہمارے لئے کھجور ہی توڑ لائے ہوتے۔ ابوایوبؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے یہ زیادہ پسند آیا کہ آپ اس میں سے پکی، تر، گدر کھجوریں کھائیں اور ابھی آپؐ کے لئے ایک بکری ذبح کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تمہیں بکری ذبح کرنی ہے تو دیکھو دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔ حضرت ابوایوبؓ نے سال یا سال بھر سے کم کا بکری کا بچہ لیا اور اسے ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ تو ہمارے لئے روٹی پکا اور آٹا گوندھ، تجھے روٹی پکانی آتی ہے۔ حضرت ابوایوبؓ نے آدھا گوشت تو پکایا اور آدھا بھونا۔ جب کھانا پک کر تیار ہوگیا اور آپؐ کے اور آپؐ کے اصحابؓ کے سامنے رکھا گیا تو حضورؐ نے تھوڑا سا گوشت روٹی پر رکھ ابوایوبؓ انصاری سے کہا اسے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا دو۔ انہیں اس جیسا کھانا مدتوں سے نہیں ملا ہے۔ حضرت ابوایوبؓ انصاری حضرت فاطمہؓ کو لے دے آئے، پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھا چکے اور پیٹ بھر گیا تو آپؐ نے فرمایا "روٹی اور گوشت، کھجوریں خشک، تازہ اور گدر"، اتنا کہتے ہی آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا "قسم اس ذات کی کہ میرا نفس اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، یہ وہ نعمتیں ہیں کہ جس کے متعلق تم سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ یہ بات آپؐ کے صحابہؓ کو بہت بڑی معلوم ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا تم اس کھانے پر ہاتھ بڑھایا کرو تو کہا کرو بسم اللہ اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ، پس پڑھ لیا کرو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ فَاَفْضَلَ ؕ

ترجمہ: تمام تعریف اس اللہ کے لئے جس نے ہمارا پیٹ بھرا اور انعام کیا اور بہترین انعام کیا۔

یہ پڑھنا اس سوال کے لئے بچاؤ ہو جائے گا۔ جب آپؐ وہاں سے چلے حضرت ابوایوبؓ انصاری سے فرمایا صبح میرے پاس آنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب کبھی کوئی آپؐ کے ساتھ احسان وسلوک کرتا آپؐ کو اُسے بدلہ دینا زیادہ محبوب تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ابوایوبؓ نے آپ کی یہ بات نہ سُنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضورؐ تم کو حکم دے رہے ہیں کہ تم کل صبح آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونا۔ جب صبح حضرت ابوایوبؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے اپنی باندی ان کو عنایت کی اور فرمایا "اے ابوایوبؓ انصاری! اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، جب تک یہ ہمارے یہاں رہی ہم نے اسکو بھلا ہی دیکھا۔ جب اس کو لیکر حضرت ابوایوبؓ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گھر آئے تو کہا میں حضورؐ کی وصیت کا مصداق اس سے بہتر نہیں پاتا ہوں کہ اس کو آزاد کردوں، چنانچہ اس کو آزاد کر دیا۔

(از حیاۃ الصحابہؓ صہ ۳۲۱)

نام کتاب :- **افتراق اُمّت** (شیعہ و سُنّی) کے بنیادی اسباب
مؤلف :- علامہ محب الدین مصری ، مترجم :- حکیم قاضی شمس الدّین احمد قریشی
سائز :- ۲۳ × ۱۸ / ۸ - کل صفحات :- ۲۴ - قیمت -/۵ روپے -
ناشر :- مدرسہ اشرفیہ - تعلیم القرآن - حسن ابدال - پاکستان -

اسلام اللہ تعالیٰ کا عطا فرمودہ مذہب ہے۔ قرآن مجید اسلامی احکام و مسائل کی بنیادی کتاب ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بلند مرتبہ اور آخری پیغمبر ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے مجمل احکام کی تشریح فرمائی اور قرآن مجید کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے مسلمان صحابہ کرام رضی اخلاق و اعمال کے بلند مراتب پر فائز تھے۔ صحابہ کرام رضی کی پاکیزہ اور قدسی صفات ہستیاں انتہائی برگزیدہ اور قابل احترام ہیں۔ جملہ صحابہ کرام رضی نجوم ہدایت اور روشنی کا مینار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام رضی کو دنیا کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی۔ قرآن پاک کی متعدد آیات نے ان کی بزرگی، پاکیزگی، بلند اخلاقی اور نیکی اور ان کے تقویٰ کی تعریف فرمائی ہے۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شان و عظمت میں خدا کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کامل و مکمل کتاب ہے، صحابہ کرام رضی سب کے سب عادل اور نجوم ہدایت ہیں۔

دوسری طرف شیعہ حضرات اسلام کی بنیادی باتوں میں مختلف قسم کی تاویلات کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ، قرآن مجید اور صحابہ کرام رضی کی بابت بہت ہی فاسد خیالات رکھتے ہیں مثلاً وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) انسانیت کی اصلاح کرنے میں ناکام رہے۔ اس کام کو امام مہدی پورا کریں گے قرآن مجید میں تحریف ہو گئی اور (معاذ اللہ) اس میں سے بہت سی آیات نکال دی گئیں ہیں اور بہت سی آیات اس میں داخل

کردی گئیں اور صحابہ کرام (معاذ اللہ) رسول خدا اور اہل بیت رسول کے دشمن تھے اور معاذ اللہ وہ منافق تھے

اس قسم کے بے شمار بے سروپا اور غیر مستند اور تعلیم قرآن کے خلاف باتیں ہیں جن کے سبب شیعہ حضرات امت مسلمہ سے بالکل الگ تھلگ ہو کر رہ گئے ہیں۔ انہی غلط اور بے ہودہ باتوں کی وجہ سے امت مسلمہ سے ان کی راہ بالکل جدا ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرات ایک طرف بار بار اتحاد اتحاد کا نعرہ لگاتے ہیں اور دوسری طرف راہ حق اور سبیل ہدایت سے بالکل جدا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتحاد کا ہونا ناممکن اور دشوار ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں انہی اختلافی مسائل کو تفصیل سے نقل کیا ہے اور شیعہ حضرات کے معاندانہ طرز عمل کو واضح عبارات مع حوالہ جات کے نقل کیا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے مفید ترین ہے۔ اس کے مطالعہ سے غلط اوہام و خیالات واضح طور پر نمایاں ہو کر سامنے آجائیں گے اور جو لوگ شیعہ حضرات کی بابت نرم گوشہ رکھتے ہیں اور ان کے عقائد و خیالات سے ناواقف ہیں وہ اپنی رائے میں تبدیلی تبدیلی کر کے راہ مستقیم پر مزید پختہ ہو جائیں گے اور طریق حق کی اہمیت و عظمت کے قائل ہو کر دین اسلام پر عمل کرنے والے بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس علمی کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور لوگوں کی اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین ہر مسلمان کے لئے اس کا مطالعہ ذہنی جلا اور معلومات مفیدہ کا ذریعہ بنے گا۔ (ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب :۔ **خون حرمین** ۔ مصنف :۔ مولانا سید غفور شاہ الحامی ۔ ترتیب جدید :۔ قاری اظہر ندیم
سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ۔ کل صفحات :۔ ۸۸ ۔ قیمت ۶/- روپے
ناشر :۔ عامر اکیڈمی۔ ذیلدار روڈ۔ اچھرہ۔ لاہور۔

سید حسین، شریف مکہ، دولت عثمانیہ کی طرف سے مکہ مکرمہ کے گورنر تھے۔ ۱۹۱۶ء میں انہوں نے انگریزوں کے بہکاوے میں آکر دولت عثمانیہ یعنی ترکی گورنمنٹ سے بغاوت کردی اور اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ جبکہ ترک فلسطین شام اور فرانس کے محاذ پر دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں سے برسر پیکار تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شریف مکہ نے سلطان اسلام یعنی دولت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر کے مدینۃ المنورہ پر چڑھائی کردی۔ اس وقت حکومت عثمانیہ کی طرف سے فخری پاشا مدینہ طیبہ کے گورنر تھے۔ یہ ایک بیدار مغز اور محب اسلام گورنر تھے۔

فلسطین کی طرف سے فرانسیسی مدینہ طیبہ کی جانب بڑھ رہے تھے اور دوسری جانب سے شریف مکہ تقریباً بیس ہزار فوج لیکر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا۔ عساکر عثمانیہ کی تعداد دو ہزار تھی۔ مدینہ طیبہ پر ہوائی جہازوں سے بمباری کی گئی اور اہل مدینہ کو ہر طرح سے مجبور کردیا گیا۔ کھانے پینے کی اشیاء کا داخلہ مدینہ میں بند کردیا گیا۔ قحط کے سبب بے شمار انسان لقمہ اجل بن گئے۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم عام ہو گیا۔ مسجد نبوی ؐ میں روشنی کا نظام درہم برہم ہو گیا اس سورش اور بدامنی کے سبب سینکڑوں حاجی زیارت روضۂ نبوی ؐ سے محروم رہ گئے

زیر تبصرہ کتاب اسی زمانے کے حالات و مظالم کی داستان ہے جو خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ سفید کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔ اس کا مطالعہ عبرت آموز ہے (ا۔ا۔خ۔س)